اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنفقون: 9)

وقال الله تعالٰی فی مقام اخر

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود:6)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

دنیاوی زندگی میں مال کی اہمیت:۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد کہیں تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کر دے، اور جن لوگوں نے ایسا کیا وہ خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی یاد میں دو چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں۔ایک مال اور دوسری چیز اولاد۔ یہ دونوں چیزیں انسان کے رزق میں شامل ہیں۔ مال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے بشرطیکہ اس کا استعمال ٹھیک طریقے سے کیا جائے اور اگر اس کا استعمال ٹھیک نہ کیا جائے تو یہ مال انسان کے لیے وبال بن جاتا ہے۔اس کی مثال چھری کی سی ہے۔اگر ایک انسان چھری سے پھل اور سبزی کاٹے تو یہ بہت اچھی بات ہے اور اگر وہ اسی چھری سے کسی انسان کا بازو کاٹ ڈالے تو یقیناً یہ بری بات ۔یعنی چھری کا استعمال ہی اس کو اچھا یا برا بنا دیتا ہے۔اسی طرح اگر مال کا استعمال اچھا ہو تو یہ بہت اچھا ہوتا ہے اور اگر

اس کا استعمال برا ہوگا تو یہ مال بھی انسان کے لیے بہت برا ہوگا۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کے بغیر بھی انسان کا گزارہ نہیں اور اس کے ساتھ نباہ کرنا بھی آسان کام نہیں ہے۔ ہمارے مشائخ نے اس کی مثال پانی اور مرغابی کی سی دی ہے۔ مرغابی کی یہ صفت ہے کہ جب وہ پانی پر آ کر بیٹھتی ہے تو اسے اگر ذرا سا بھی خطرہ محسوس ہو کہ کوئی شکاری مجھے شکار کرنا چاہتا ہے تو وہ پانی کے اوپر سے ہی اڑ جاتی ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ اس کے پر اتنے چکنے ہوتے ہیں کہ وہ پانی کے اندر بھیگتے نہیں ہیں۔ اگر اس مرغابی کو پانی میں اچھی طرح ڈبو دیا جائے اور اس کے سارے پر بھیگ جائیں تو پھر اس کے لیے اڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تو ہمارے مشائخ نے یہ فرمایا کہ اے انسان! تو مال کے ساتھ اس طرح تعلّق رکھ جس طرح مرغابی پانی کے ساتھ تعلّق رکھتی ہے۔ وہ پانی کی سطح پر بیٹھتی ہے اور جب اسے اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے تو وہیں سے سیدھا پرواز کر جاتی ہے۔ انسان کا مال کے ساتھ تعلّق بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ جب تک مال اس کی ضروریات کے تابع رہے اس وقت تک بہت اچھا ہے اور جہاں یہ انسان کے من کو میلا کرنا شروع کر دے تو انسان اس کو چھوڑ کر سیدھا اللہ رب العزت کی طرف پرواز کر جائے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ کشتی پانی میں چلتی ہے۔ اگر کوئی آدمی اسے ریت پر چلانا چاہے تو وہ ہرگز نہیں چلے گی۔ کیونکہ وہ بنتی ہی اسی لیے ہے کہ وہ پانی میں چلے۔ لیکن وہ تب چلتی ہے جب وہ پانی کے اوپر رہے اور پانی کشتی کے نیچے ہو۔ اگر بالفرض پانی کشتی کے نیچے رہنے کی بجائے کشتی کے اندر بھر جائے تو وہ پانی اس کشتی کے ڈوبنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح جب تک مال انسان کے تابع رہے تو یہ کشتی تیرتی رہتی ہے اور جب یہ انسان کے دل میں آ جائے تو اس کے ایمان کی کشتی بھی ڈوب جاتی ہے۔

اسی لیے کہا گیا کہ مال انسان کا بہترین خادم ہے اور بدترین آقا ہے۔ جو انسان اسے خادم بنا کے رکھتا ہے اس کی زندگی میں بھی آسانی ہوتی ہے اور اس کی آخرت میں بھی آسانی ہوگی۔ اگر اسے اللہ تعالیٰ کے

راستے میں خرچ کیا جائے تو اسے بڑا مقام مل جاتا ہے۔اور جو انسان مال کو اپنا آقا بنالے اور اس کی پوجا کرنا شروع کر دے تو یہ بدترین آقا ہے۔اسی لیے کچھ لوگ تو مالدار ہوتے ہیں اور کچھ مال کے چوکیدار ہوتے ہیں۔مالدار وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خوب دیا ہو اور وہ دونوں ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کے دین کے کاموں میں لگائے اور جس نے اسے سمیٹ کر اپنے پاس جمع کر لیا اور روزانہ اٹھ کر اپنا بنک بیلنس دیکھتا ہے کہ آج اتنا ہے،کل اتنا تھا، پرسوں اتنا تھا،ایسا بندہ مال کا چوکیدار ہوتا ہے۔جب وہ مر جائے گا تو اس کی اولاد عیش و آرام کرے گی مگر اس مال کا حساب اس بندے سے لیا جائے گا۔

مال......باعث خیر بھی اور باعث شر بھی:

مال میں خیر بھی ہے اور شر بھی ہے۔قرآن مجید میں اس کے خیر ہونے کا ذکر آیا ہے۔مثال کے طور پر......

☆......اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ

اگر وہ مال چھوڑے تو والدین اور عزیز رشتہ داروں کیلئے مناسب طور پر وصیت کرے۔

☆......ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا،

وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ　بے شک وہ مال کی محبّت میں بڑا سخت ہے

یہاں اس خیر سے مراد مال ہے۔

☆......مال کا ایک فائدہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں،

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوٰلَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا　اور تم یہ مال ان بے وقوفوں کے ہاتھوں میں نہ دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے قیام کا سبب بنایا ہے۔

یہاں اللہ رب العزت نے مال کو انسان کے قیام کا سبب قرار دیا اور ایک اور مقام پر بیت اللہ شریف کو بھی انسان کے لئے قیام کا سبب کہا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ بزرگی والا گھر ہے، لوگوں کے قیام کا باعث بنا دیا ہے۔

یہاں علماء نے نکتہ لکھا ہے کہ بیت اللہ شریف انسان کی روحانی زندگی کے قیام کا سبب ہے اور مال انسان کی جسمانی زندگی کے قیام کا سبب ہے۔

مال انسان کے لیے شر کا باعث بھی ہے۔ وہ اس لحاظ سے کہ جب مال آتا ہے تو انسان کے لئے گناہ کرنے کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ جب مال آتا ہے تو انسان کی آواز میں مال کی جھنکار بھی شامل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس کے بولنے سے ہی پتا چل جاتا ہے کہ اس کے پلے کچھ ہے۔ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کا بندہ بھی نہیں سمجھتا۔ اسی مال کی وجہ سے انسان کے اندر عجب اور تکبّر آتا ہے۔ قارون اپنے زمانے کا بڑا امیر آدمی تھا۔ جب اس کی قوم کے لوگ اس کو دیکھتے تھے تو وہ اس جیسا بننے کی تمنا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ جب لوگ اس کو دیکھتے تھے تو ان کی آنکھیں پھٹی رہ جاتی تھیں اور وہ کہتے تھے۔

يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ اے کاش! ہمارے پاس بھی اتنا مال ہوتا جتنا قارون کے پاس ہے بے شک اس کی تو بڑی قسمت ہے۔

اور آج کے دور میں بھی اس وقت کی بڑی مصیبت یہی ہے۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ میری تمناؤں سے زیادہ میرے پاس مال ہونا چاہیے۔

مالی پریشانیاں:

اگر آپ مسلمان ملکوں میں پھر کر دیکھیں تو آپکو بہت سارے لوگ ایسے ملیں گے جو مالی دشواریوں کی وجہ سے پریشانیوں کا شکار ہیں۔ اگر آپ وہاں کے باشندوں سے بات کریں تو

......کوئی کہے گا کہ میرے بیٹے کو نوکری نہیں ملی،

......کوئی کہے گا کہ میرا کاروبار نہیں چل رہا،

......کوئی کہے گا کہ مجھے اتنا نقصان ہو گیا،

......کوئی کہے گا کہ بیٹی کی شادی کے لئے وسائل نہیں ہیں،

......کوئی کہے گا کہ بیٹے کی شادی کرنی ہے۔ اس کے لئے گھر بنانے کی جگہ نہیں ہے۔

گویا ان کی پریشانیاں ایسی ہیں کہ ان کا رشتہ کہیں نہ کہیں مال کے ساتھ آکر جڑتا ہے۔ اس لیے اس نکتہ کو کھولنا کچھ زیادہ فائدہ مند نظر آرہا ہے۔

پریشانیوں کا حل:

ایک ہے مال کی کثرت اور ایک ہے مال کی برکت۔ اگر آپ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ آج کا انسان مال کی کثرت مانگتا ہے، مال کی برکت نہیں مانگتا۔ کوئی کہتا ہے کہ میں اب گریڈ سترہ میں ہوں، اگر میں گریڈ اٹھارہ میں پہنچ گیا تو میرے مسائل حل ہو جائیں گے......کوئی کہتا ہے کہ میں نے اب بزنس شروع کیا ہے، اگر یہ چل گیا تو میرے مسئلے ختم ہو جائیں گے......کوئی کہتا ہے کہ میرا بیٹا ایم ایس سی کر رہا ہے، اگر اس نے کوئی جاب اختیار کر لی تو میرے مسئلے حل ہو جائیں گے......یعنی اس کو اپنے مسائل کا حل اس وقت نظر آتا ہے جب مال زیادہ ہو جائے گا، حالانکہ مال کی کثرت میں ہمارے مسائل کا حل نہیں بلکہ

مال کی برکت میں مسائل کا حل موجود ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو کروڑوں پتی ہیں لیکن ان کے مال میں برکت ہی نہیں ہے، جس کی وجہ سے ان کی پریشانیاں ختم ہی نہیں ہوتیں۔ ہزاروں لوگ کارخانہ دار ہیں، صنعتکار ہیں اور بزنس مین ہیں لیکن دوسرا کوئی بندہ ان کی طرح پریشان نہیں ہوتا۔

ایک جنرل منیجر رو پڑے:

اس عاجز کے پاس ٹیکسٹائل مل کے ایک جنرل منیجر آئے۔ وہ دوملوں کے منیجر تھے۔ ایک مل کے مینجر بھی اس کے ماتحت تھے اور دوسری مل کے منیجر بھی۔ تقریبا بیس سال پہلے ان کی تنخواہ ایک لاکھ روپیہ تھی ......آج کا لاکھ نہیں بلکہ بیس سال پہلے کا لاکھ۔ آج ڈالر کا ریٹ ساٹھ روپے ہے اور اس وقت ریٹ اٹھارہ روپے ہوتا تھا......وہ کہنے لگے،

......میرے گھر کا کرایہ کمپنی دیتی ہے،

......میرے گھر کا کوئی بندہ بیمار ہو جائے تو میڈیکل کا خرچہ کمپنی اٹھاتی ہے،

......میرے گھر میں جتنے نوکر چاکر یعنی ڈرائیور، خانساماں اور سیکورٹی گارڈ وغیرہ ہیں ان سب کی تنخواہ کمپنی کے ذمے ہے،

......حتی کہ میرا انکم ٹیکس بھی کمپنی ادا کرتی ہے اور میں صاف ایک لاکھ روپیہ لے کر گھر آتا ہوں۔

اس نے بتایا کہ میرے تین بچے ہیں، ایک میں اور ایک میری بیوی۔ یعنی گھر کے کل پانچ افراد ہیں۔ اس کے بعد وہ آنسوؤں سے رونے بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا، بھئی مسئلہ کیا ہے؟ کہنے لگے، میرے خرچے پورے نہیں ہوتے۔ میں نے پوچھا، اتنی معقول آمدنی کے باوجود آپ کے خرچے پورے نہیں ہوتے، آخر اس مصیبت کی وجہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگے،

’’میں نے پچھتر لاکھ روپے لگا کر فلاں جگہ مکان بنایا۔ پتہ نہیں کہ کنٹریکٹر نے اس کے ڈیزائن میں کوئی غلطی کر دی ہے یا کیا ہے، بننے کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد اس کا کالم (ستون) بیٹھ گیا اور پورے کا پورا کنکریٹ نیچے آ گیا۔ یوں پچھتر لاکھ روپے گئے ......اس کے علاوہ تیئس لاکھ روپے کی زیرو میٹر گاڑی خرید کر لایا۔ ایک جگہ کھڑی کر کے بنک کے اندر گیا تو ایک کار موٹر سائیکل کو بچاتے ہوئے میری گاڑی میں اس طرح آ کر لگی کہ یہ مکمّل طور پر زیرو ہو گئی۔‘‘

جب میں نے اس کی یہ روداد سنی تو مجھے احساس ہوا کہ انسان کے مسائل کا حل مال کی کثرت میں نہیں بلکہ مال کی برکت میں ہے۔

ایک محنت کش کی پرسکون نیند:

ہم نے پچھلے دنوں مسجد کی چھت ڈالی تھی۔ جولائی کا مہینہ تھا، دوپہر کو ایک گھنٹہ کے لئے چھٹی کی گئی تا کہ مزدور کھانا کھا لیں، نماز پڑھ لیں اور آرام کر لیں۔ اس وقت ہم نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ کنکریٹ کے ڈھیر پر دن کے ایک بجے، جولائی کے مہینہ میں دھوپ کے اندر آرام سے سو رہا ہے۔ ہوا یہ کہ جب چھٹی ہوئی تو وہ وہیں لیٹا اور اسے نیند آ گئی۔ ہم اس کو دیکھ کر حیران ہوئے کہ دنیا میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کو گرمیوں کے موسم میں دوپہر کے ایک بجے گرم کنکریٹ پر بھی نیند آ جاتی ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کو ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں نرم گدوں کے اوپر بھی نیند نہیں آتی۔ وہ نیند کی گولیاں بھی کھاتے ہیں مگر پھر بھی نیند نہیں آتی۔ وہ کروٹیں بدل بدل کر نیند کی منتیں کرتے رہتے ہیں مگر نیند نہیں آتی۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کا ’’من‘‘ پریشان ہوتا ہے۔

بوئے ہلاکت اور بوئے کفر:

اللہ تعالیٰ سے مال میں برکت مانگنے کی ضرورت ہے۔ برکت اسے کہتے ہیں کہ انسان کے پاس جتنا

مال ہو وہ اس کی ضروریات کے لئے کافی ہو جائے یہ دعا بہت کم لوگ مانگتے ہوں گے۔ البتہ یہ دعا سب مانگتے ہیں کہ مال زیادہ ہو جائے۔ اسی لئے مسائل حل نہیں ہوتے۔ یاد رکھیں کہ اگر مال زیادہ ہو تو اس میں ''بوئے ہلاکت'' ہے اور اگر مال کم ہو تو اس میں ''بوئے کفر'' ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا،

كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا قریب ہے کہ تنگدستی تمہیں کفر تک پہنچا دے۔

اس لیے کہ جب کھانے کو کچھ نہیں ملے گا، فاقہ ہو گا، اور بچوں کی ضروریات پوری نہیں ہوں گی تو پھر شکوے کی باتیں زبان پر آئیں گی کہ وہ تو ہماری سنتا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اس طرح کی شکوے کی باتیں انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہیں۔ اس لیے اگر یہ زیادہ ہو تو اس میں ''بوئے ہلاکت'' ہے اور اگر کم ہو تو اس میں ''بوئے کفر'' ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ آج کے دور میں مال انسان کے ایمان کے لئے ڈھال ہے۔ البتہ اس مال کو اللہ رب العزت کی رضا کے لیے استعمال کرنا چاہیے تاکہ انسان کی آخرت سنور جائے۔

خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی بے نفسی:

ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا نام خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ وہ سمرقند میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا مال دیا کہ ان کے ساتھ ایک قافلہ چلتا تھا اور ان کے گھوڑوں کو باندھنے کے کھونٹے سونے اور چاندی کے بنے ہوتے تھے۔ لیکن اس سب کے باوجود ان میں بے نفسی عروج پر تھی۔

ایک مرتبہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے کے لیے گئے۔ جب انہوں نے وہاں جا کر دیکھا کہ

وہاں تو گھوڑوں کے کھونٹے بھی سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ہیں تو بڑے حیران ہوئے اور دور سے ہی ایک مصرعہ پڑھا

نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد

(وہ مردِ خدا نہیں ہوتا جو دنیا کو دوست رکھے)

یہ مصرعہ کہہ کر وہ واپس آ گئے۔ راستے میں دوپہر کا وقت ہو گیا۔ انہوں نے ایک مسجد میں تھوڑی دیر کے لیے آرام کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان پر غنودگی طاری ہوئی تو دیکھا کہ محشر کا میدان ہے اور نفسا نفسی کا عالم ہے۔ ایسے وقت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ان سے اپنے حق کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اب مولانا پھنس گئے۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگے کہ میرا کیا بنے گا۔ اتنے میں انہوں نے خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہیں اور ان کے پیچھے بڑی تعداد میں ان کے عقیدت مند ہیں۔ جب وہ قریب سے گزرے تو انہوں نے پوچھا، مولانا! کیا ہوا؟ کہنے لگے، جی مجھے تو حساب لینے والے گھیر کے کھڑے ہیں اور میں اب بہت پریشان ہوں کہ ان کے حقوق کی ادائیگی کیسے کروں۔ انہوں نے کہا، اچھا اگر تمہارے پاس کمی ہے تو ہمارے حساب سے ان کا حق ادا کر دیا جائے۔ یہ بات کہہ کر وہ چلے گئے اور مولانا کی آنکھ کھل گئی۔

اب مولانا کے دل میں خیال آیا کہ لگتا ہے کہ وہ حضرت دنیا کے ساتھ محبّت کرنے والے نہیں ہیں۔ اس میں ضرور کچھ راز کی بات ہے لہٰذا مجھے دوبارہ واپس جانا چاہیے، ان شاء اللہ مجھے ضرور فائدہ ہوگا۔ چنانچہ وہ حضرت کے پاس واپس آ گئے۔ جب وہ آ کر ان سے ملے تو اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کے دل میں وہ بات ڈال دی جو یہ کہہ کر گئے تھے۔ لہٰذا حضرت نے انہیں اپنے پاس بلایا اور فرمایا، مولانا! آپ جو بات کہہ کر گئے تھے، ذرا وہ تو ہمیں سنا دو۔ عرض کیا، حضرت! نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ حضرت نے اصرار

کرتے ہوئے فرمایا کہ نہیں آپ وہ بات سنا دیں۔اس پر انہوں نے عرض کیا، حضرت! میں نے یہ کہا تھا

نہ　مرد　است　آں　کہ　دنیا　دوست　دارد

حضرتؒ نے یہ مصرعہ سن کر شعر مکمّل کر دیا اور فرمایا

اگر　دارد　برائے　دوست　دارد

(اگر یہ دنیا ہو تو اللہ رب العزت کی رضا کے لیے ہونی چاہیے)

اس لیے قیامت کے دن کتنے ہی لوگ ایسے ہوں گے جو فقیر ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان کا حشر قارون کے ساتھ کریں گے۔اس لیے کہ ان کے دلوں کی تمنائیں ویسی ہی تھیں جیسی قارون کی تھی۔اور کتنے ہی ایسے لوگ ہوں گے جو وقت کے بادشاہ ہوں گے اور نرم گدوں کے اوپر پلے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کا حشر انبیائے کرام کے غلاموں میں فرما دیں گے۔

مال کے معاملہ میں زبردست احتیاط:

قیامت کے دن انسان سے پوچھا جائے گا کہ تو نے مال کہاں سے کمایا اور کہاں پہ خرچ کیا۔اس لیے دین اسلام نے کمانے میں بھی احتیاط سکھائی ہے اور اسے خرچ کرنے کے لیے بھی حدود و قیود مقرر کیے ہیں۔صحابہ کرامؓ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے یہ سیکھ لیا تھا کہ دنیا میں مال کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کرنا ہے۔چنانچہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت مال آتا تھا اور وہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روزے سے تھیں۔ان کو مال غنیمت میں سے بارہ ہزار درھم ملے۔انہوں نے اسی وقت اپنی خادمہ کو بلایا اور فرمایا کہ مدینہ کی بیواؤں اور یتیم بچوں کو بلاؤ اور یہ رقم ان پر خرچ کر دو۔اس نے ساری رقم خرچ کر دی۔تھوڑی دیر کے بعد جب افطاری کا وقت قریب ہوا تو خادمہ کہنے لگی، جی مجھے آپ کچھ پیسے دیں تاکہ افطاری کے لیے کوئی چیز لاؤں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ کے پاس پیسے تو تھے۔عرض کیا کہ وہ تو ختم ہو گئے ہیں ۔فرمایا کہ آپ مجھے پہلے بتا دیتیں، مجھے تو اپنے لیے کچھ رکھنا یاد ہی نہیں رہا......سبحان اللہ! بارہ ہزار روپے اللہ کے راستے میں خرچ کر دیئے لیکن اپنی افطاری کے لیے کچھ لینا یاد نہ رہا۔

دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو سانپوں کا منتر آتا ہے۔وہ سانپوں کو پکڑ بھی لیں تو سانپ ان کو نقصان نہیں پہنچاتے۔صحابہ کرامؓ نے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی صحبت میں رہ کر دنیا کا منتر سیکھ لیا تھا اس لیے یہ دنیا ان کو نقصان نہ دے سکی۔ چنانچہ عام لوگوں کے نزدیک تو صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی کرامت یہ ہے کہ جب ایک دفعہ راستے میں ان کے سامنے دریا آیا تو وہ پورا لشکر دریا میں سے گزر گیا اور ان میں سے کوئی شخص بھی دریا میں نہ ڈوبا۔مگر محققین علماء کے نزدیک صحابہ کرامؓ کی بڑی کرامت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فتوحات کے دروازے کھولے اور ان کے قدموں میں دنیا کے دریا بہنے لگے تو وہ اس دنیا کے دریا میں سے اپنے ایمان کی کشتی کو سلامت لے کر نکل گئے۔

زر پرستی سے بچنے کی دعا:

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے ایک دعا مانگی جسے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا ہے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔

وَ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچا لینا۔

اصنام صنم کی جمع ہے۔اور صنم کا معنی بت ہے۔لیکن بعض مفسّرین نے اصنام سے سونا اور چاندی مراد لیے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ رب العزت سے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! مجھے اور میری

اولاد کو زر پرستی سے بچالینا۔

پانچ چیزیں لازم وملزوم ہیں:

احادیث میں آیا ہے کہ پانچ چیزیں لازم وملزوم ہیں۔ان میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔جہاں ایک چیز ہوگی وہاں دوسری لازمی ہوگی۔

(۱)......جس قوم میں بے حیائی زیادہ ہوگی وہاں پر بیماریاں بھی بہت زیادہ ہوں گی۔چنانچہ آپ دیکھ لیں کہ جہاں پر بے حیائی بہت زیادہ ہے وہاں پر ایسی ایسی بیماریاں ہیں جو پہلے نہ دیکھی تھیں نہ سنی تھیں۔وہ اتنا ڈرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو سلام کرنے سے بھی گھبراتے ہیں۔چنانچہ کئی جگہوں پر ڈاک لینے دینے والے لوگ ہاتھوں پر دستانے پہنتے ہیں۔ٹکٹ لینے دینے والے ہاتھوں پر دستانے چڑھا کے رکھتے ہیں۔اگر ان سے پوچھا جائے کہ جی آپ یہ دستانے کیوں چڑھا کے رکھتے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس لیے دستانے چڑھا کے رکھتے ہیں تا کہ کسی کو ہمارا ہاتھ نہ لگ جائے اور کہیں اس کے جسم سے بیماری ہمارے اندر نہ آجائے۔ان کے اندر واقعی ایسی بیماریاں آچکی ہیں کہ ان کو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانا بھی مصیبت بن جاتا ہے۔

(۲)......جس قوم میں ناپ تول میں کمی آتی ہے اللہ رب العزت اس قوم پر ظالم حکمران مسلّط فرما دیتے ہیں۔

(۳)......جو قوم زکوٰۃ ادا نہیں کرتی اللہ رب العزت ان کو قحط سے دوچار کر دیا کرتے ہیں۔بارشیں رک جاتی ہیں۔نیچے زمین میں پانی کم ہو جاتا ہے۔فصلیں اور پھل نہیں ہوتے اور یوں قحط سالی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

(۴)......جو قوم وعدہ خلافی کرنا شروع کر دیتی ہے اللہ رب العزت ان کے اوپر دشمن کو مسلّط کر دیتے

ہیں۔

(۵)......جو قوم احکام الٰہی کو ہلکا، بے وزن اور بے وقعت سمجھنا شروع کر دیتی ہے اللہ رب العزت ان کو نا اتفاقی کا شکار کر دیا کرتے ہیں۔

متوکل اور زاہد کون ہے؟

ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ حضرت! اگر کوئی بندہ یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد میری جائیداد متوکل بندوں میں تقسیم کر دی جائے تو کن لوگوں میں تقسیم کی جائے گی؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ جائیداد زراعت پیشہ کسانوں میں تقسیم کی جائے گی کیونکہ جب وہ زمین میں دانہ ڈال دیتے ہیں تو پانی دے کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے اختیار میں کچھ نہیں ہوتا، اس دانے کو اگانا اور اس پر پھل پھول لگانا، اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ کیا تم اس دانے کو اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں۔

پنجابی کا شعر ہے،

مالی دا کم پانی دینا تے بھر بھر مشکاں پاوے تے مالک دا کم پَھل پُھل لانا لاوے یا نہ لاوے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آدمی کو یہ جواب اسی لیے دیا کہ وہ جائیداد زراعت پیشہ لوگوں میں تقسیم کی جائے گی کیونکہ ان لوگوں میں توکل ہوتی ہے اور ان کی نظر اللہ رب العزت کی ذات پر ہوتی ہے۔

اس آدمی نے پھر پوچھا کہ اگر اس آدمی نے یہ وصیت کی ہو کہ میرا مال عقل مندوں میں تقسیم کر دیا جائے تو پھر کن لوگوں میں تقسیم کیا جائے گا؟ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں اس آدمی کا مال زاہدین (یعنی وہ لوگ جو اللہ رب العزت کی رضا کے لیے دنیا کو چھوڑ چکے ہوں) میں تقسیم کریں گے کیونکہ انہوں

نے آخرت یعنی بڑی چیز کی خاطر چھوٹی چیز کو قربان کر دیا ہوتا ہے۔ وہ دائمی چیز کو اختیار کر چکے ہوتے ہیں اور فانی چیز کو قربان کر چکے ہوتے ہیں۔ یہی عقلمندی کی نشانی ہے۔

ہوشیار آدمی کون ہوتا ہے؟

شریعت کی نظر میں ہوشیار آدمی کون ہے؟...... علمائے کرام اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ہوشیار آدمی وہ ہوتا ہے جو کسی سے دھوکہ نہ کھائے۔ حدیث پاک میں بھی آیا ہے کہ مومن نہ دھوکہ دیتا ہے نہ دھوکہ کھاتا ہے۔ عوام الناس میں تو وہ آدمی ہوشیار سمجھا جاتا ہے جو جھوٹ بول دے، مکر کرے یا فریب دے دے، مگر شریعت کی اصطلاح میں ہوشیار اسے کہتے ہیں جو دوسروں سے دھوکہ نہ کھائے۔

فقیہ کسے کہتے ہیں؟

لغت میں تو فقیہ سمجھ بوجھ رکھنے والے اور سمجھ دار کو کہتے ہیں۔ مگر شریعت کی اصطلاح میں فقیہ اس کو کہتے ہیں جو اپنے کاموں کو ضرورت تک محدود رکھے اور ضرورت سے زیادہ کا طلبگار نہ ہو۔

بخیل کسے کہتے ہیں؟

جو زکوٰۃ کو تاوان سمجھے اسے بخیل کہتے ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ نے ہی دیا ہے اور اب یہ اللہ کے نام پر نہیں دے رہا۔ اس عاجز کو ایک دہریہ ملا۔ وہ کہنے لگا! یہ جو زکوٰۃ کا حکم ہے میں اس پر کیوں عمل کروں اور کیوں زکوٰۃ دوں؟ مال خود میں نے کمایا اور پھر دوسروں کو دے دوں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس عاجز نے کہا، جی آپ کو یہ مال اللہ نے دیا ہے اور اس میں سے اللہ تعالیٰ کا بھی حق ہے۔ کہنے لگا، جی میں نے خود محنت کی اور پسینہ بہایا اور اب یہ دوسرے کیسے میرے مال میں حقدار بن گئے؟ میں نے کہا، آپ نے پسینہ بہایا اور محنت کی، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے کچھ استعمال کیا ہے جس کی وجہ سے آپ کو پیسہ ملا۔ وہ کہنے لگا، جی ہاں میں نے عقل استعمال کی۔ میں نے کہا، اب بتاؤ کہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ عقل نہ دیتے تو کیا یہ

مال کما سکتے تھے؟ کہنے لگا،نہیں۔ میں نے کہا،اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے عقل دی، اصل میں مال بھی اسی نے دیا۔ بلآخروہ کہنے لگا، جی اب میری سمجھ میں یہ بات آ گئی ہے کہ دینے والا اللہ ہی ہے۔

غنی کسے کہتے ہیں؟

اردو میں تو غنی اس کو کہتے ہیں جو بہت مالدار ہو لیکن شریعت کی نظر میں غنی اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو جائے۔ یعنی وہ یہ کہے کہ جو کچھ مجھے مالک نے دیا ہے میں اس پر راضی ہوں۔ جس کے پاس زیادہ مال ہو اسے دیکھ کر کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زیادہ دیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو نصیب کرے اور جو مجھے دیا ہے اللہ اس میں برکت دے۔

سبق آموز نصیحتیں:

چونکہ پہلے زمانے میں ماں باپ بھی دین کا علم رکھتے تھے اس لیے وہ اپنے تجربات کی روشنی میں اپنے بچوں کو نصیحتیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت لقمانؑ نے بھی اپنے بیٹے کو قیمتی نصیحتیں فرمائیں۔ وہ افریقہ میں رہتے تھے۔ رنگ کے کالے تھے مگر دل کے بڑے منور تھے...... افریقہ کے ملکوں میں دو ہستیاں ایسی گزری ہیں جنہوں نے آسمان کے تاروں کی طرح چمکتی ہوئی زندگی گزاری ہے۔ ایک لقمانؑ اور دوسرے بلال حبشیؓ۔ اس لیے افریقہ میں رہنے والے لوگ ان دو حضرات کا اکثر تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ ایک کو اللہ رب العزت نے حکمت سے نوازا اور دوسرے کو اللہ رب العزت نے عشق رسول ﷺ سے نوازا...... حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحتیں کرتے ہوئے فرمایا،

(۱)...... بیٹا! دنیا کیلئے اتنی محنت کر جتنا تو نے دنیا میں رہنا ہے...... دنیا میں تو انسان سو پچاس سال رہتا ہے اور آخرت میں اربوں کھربوں سال بلکہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔

(۲)...... بیٹا! تو اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کر جتنا تو اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔...... اب خود اندازہ کریں کہ ہم

اللہ تعالیٰ کے کتنے محتاج ہیں۔سو فیصد محتاج ہیں، ہر کام اور ہر معاملے میں ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں ۔لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم خوب ڈٹ کر عبادت کریں۔

(۳)......بیٹا! گناہوں پر اتنی جرأت کرنا جتنا تم میں عذاب سہنے کی طاقت ہو......ہم کیا عذاب سہہ سکتے ہیں؟ ہم بالکل عذاب نہیں سہہ سکتے۔ ہم تو دھوپ کی گرمی برداشت نہیں کر سکتے بھلا جہنّم کی گرمی کیا برداشت کریں گے۔ اگر ہمیں کوئی ایک بندے کے سامنے جھڑک دے تو اسی وقت حالت بدل جاتی ہے لیکن قیامت کے دن اللہ رب العزت ساری مخلوق کے سامنے اس بندے کو شرمندہ فرمائیں گے۔ کبھی جلتی ہوئی آگ کے قریب ہاتھ لے جائیں تو سمجھ آجائے گی کہ جہنّم کی آگ میں جا کر کیا بنے گا۔

(۴)......بیٹا! دوزخ سے بچنے کی اس وقت تک کوشش کرنا جب تک اس سے بچنے کا یقین نہ ہو جائے۔

(۵)......بیٹا! اگر تم نے گناہ کرنا ہو تو پھر اس کے لیے ایسی جگہ ڈھونڈنا جہاں پر پروردگار نہ دیکھتا ہو۔

مقدر کا رزق ضرور ملتا ہے:

اللہ رب العزت اپنے سب بندوں کو رزق دیتے ہیں۔ مسلمان کو بھی دیتے ہیں اور کافر کو بھی دیتے ہیں۔ نیک کو بھی دیتے ہیں اور فاسق وفاجر کو بھی دیتے ہیں۔ یہ ایک پکی بات ہے کہ

اَلنَّصِیْبُ یَصِیْبُ جو نصیب میں ہے وہ پہنچ کر رہے گا۔

یاد رکھیں کہ انسان کی قسمت کا رزق خواہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہو یا سمندروں کی گہرائیوں میں ہو وہ اسے مل کر رہے گا......جس طرح موت کا آنا یقینی امر ہے اسی طرح موت سے پہلے پہلے اپنی قسمت کا رزق کھانا بھی یقنی امر ہے۔ جس طرح موت آئے بغیر نہیں رہتی اسی طرح رزق بھی ملے بغیر نہیں رہتا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اگر کسی انسان کا رزق پہاڑوں کے دامن میں ہے تو جب تک وہ پانی کا

آخری قطرہ نہیں پی لے گا اس وقت تک اس کو موت نہیں آئے گی۔

کتا اپنے رزق تک کیسے پہنچا؟

ایک مرتبہ ہمیں لاہور سے خانیوال جانا تھا۔ ہم وہاں سے صبح کے وقت روانہ ہوئے۔ گرمیوں کے موسم میں صبح کے وقت نیند زیادہ آتی ہے۔ ہم نے گاڑی کے ڈرائیور سے کہا کہ وہاں ہم نے ایک میٹنگ میں پہنچنا ہے اس لیے گاڑی ذرا تیز چلانا اور احتیاط بھی کرنا۔ اس نے کہا، جی آپ فکر نہ کریں۔ یہ عاجز پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر میٹنگ سے متعلّقہ کتاب کا مطالعہ کرنے لگا۔ وہ گاڑی کو تیز بھگانے لگا کیونکہ سڑک بھی خالی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ اس نے ایک جگہ پر اچانک زور سے بریک لگائی۔ جب اس نے بریک لگائی تو ٹھاہ کی سی آواز آئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ گاڑی کسی چیز میں لگی ہے۔ چنانچہ میں نے ڈرائیور سے پوچھا، بھئی! کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا، جی اچانک ایک کتا آگے آ گیا تھا، میں نے بچانے کے لیے بڑی تیز بریک لگائی مگر لگتا ہے کہ وہ نیچے آ گیا ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو مجھے کتا نظر نہ آیا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ ممکن ہے کہ نیچے آ گیا ہو۔

اس کے بعد گاڑی آگے بھاگتی رہی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ممکن ہے کہ گاڑی کے ڈرائیور کو نیند آ رہی ہو۔ چنانچہ اس عاجز نے اس سے کہا کہ اگر راستے میں چائے کا کوئی ریسٹورنٹ نظر آئے تو گاڑی روک لینا میں آپ کو ''ڈرائیور چائے'' کا ایک کپ پلاؤں گا تاکہ باقی سفر اچھا گزرے۔ تقریباً پچیس کلو میٹر کے بعد جا کر اس نے گاڑی روکی۔ جب اس نے گاڑی روکی تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں ذرا دیکھوں تو سہی کہ کتا کہاں لگا تھا۔ چنانچہ میں گاڑی سے اترا اور آگے کی طرف آ کر دیکھا تو وہ کتا گاڑی کے بونٹ پر بالکل آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے جب اسے دیکھا تو وہ بھی ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پہلے تو

وہ سہما ہوا تھا پھر وہ نیچے اتر آیا۔قریب ہی ریسٹورنٹ والوں نے ہڈیوں کا ڈھیر لگایا ہوا تھا۔اس کتے نے وہاں جا کر ہڈیاں چبانا شروع کر دیں ......اس وقت مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا رزق وہاں رکھا ہوا تھا اور پچیس کلو میٹر کا سفر اس کے لیے طے کرنا بہت مشکل تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے سواری کا بندوبست کر دیا۔

ہوا یہ تھا کہ جب ڈرائیور نے گاڑی کو بریک لگائی اور کتے نے چھلانگ لگائی تو وہ بونٹ کے اوپر بیٹھ گیا۔ اتنے میں گاڑی چلنا شروع ہوگئی۔ چنانچہ یہ وہیں بیٹھا رہا اور اللہ تعالیٰ نے اسے پچیس کلو میٹر کا سفر طے کروا دیا۔

جسے اللہ رکھے:

ایک دفعہ ہم ایک بڑی گاڑی پر چنیوٹ روڈ سے جھنگ کی طرف آ رہے تھے۔ دن کا وقت تھا۔سڑک بھی اچھی تھی اس لیے ڈرائیور صاحب بھی گاڑی خوب تیز چلا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ جب ہم ایک جگہ کے قریب آئے تو وہاں پر دو کتے ایک دوسرے کے ساتھ سڑک پر کشتی کرتے نظر آئے۔ وہ ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔اب ڈرائیور نے بریک تو لگائی اور ایک طرف سے گاڑی نکالنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی اچھلتے ہوئے ادھر ہی آ گئے۔ جب وہ بھی ادھر آئے تو ہماری بڑی گاڑی ان کتوں کے اوپر سے یوں پاس ہوئی جیسے سپیڈ بریکر کے اوپر سے گزر جاتی ہے۔ جب کتوں کے اوپر سے پاس ہوئی تو میں نے سمجھا کہ کتے مر گئے۔ کیونکہ گاڑی بہت بڑی تھی اور اندر چار پانچ بندے بھی تھے۔اس کے علاوہ میرا سامان بھی ماشاءاللہ بہت سارا ہوتا ہے اور گاڑی کا اپنا وزن بھی تھا۔میں نے ڈرائیور صاحب سے کہا کہ لگتا ہے کہ آپ گاڑی میں بیٹھتے وقت کی دعا نہیں پڑھتے، اگر سٹیئرنگ پر بیٹھتے وقت دعا پڑھا کریں تو ایسے کام نہ ہوا کریں۔ وہ کہنے لگے، حضرت! میں نے تو بڑی احتیاط کی تھی۔ واقعی انہوں نے

احتیاط بھی بہت کی تھی اور بریک بھی لگائی تھی ۔ جب میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو ان میں سے ایک کتا مجھے بھاگتا ہوا نظر آیا۔ وہ گاڑی کے نیچے سے نکل کر بھاگ گیا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو کہا کہ ان میں سے ایک تو بچ گیا ہے۔ جب ایک کے بچنے کا پتہ چلا تو ہم سب کا افسوس کچھ کم ہو گیا کہ ان میں سے ایک تو بچ گیا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے پھر گاڑی تیز بھگا دی ۔ چلتے چلتے جب کچھ میل آگے چلے تو ایک جگہ پر لوگ ہمارے پہیے کی طرف اشارہ کرنے لگے۔ ڈرائیور صاحب بھی سمجھ گئے ۔ انہوں نے لوگوں سے اشارہ کر کے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ لوگ پھر پہیے کی طرف اشارہ کرنے لگے۔ ہم نے ان سے کہا کہ گاڑی روک کر دیکھو کہ کیا مسئلہ ہے۔ انہوں نے گاڑی روک کر دیکھا تو کچھ بھی نظر نہ آیا۔ میں نے ان سے کہا کہ گاڑی کو بیک کر کے دیکھو۔ جب وہ بیک کرنے لگے تو پھر بریکر کے اوپر سے گاڑی ٹھاہ کر کے نیچے گری ۔ میں نے کہا، یہ کیا ہے؟ ساتھ ایک بندہ کھڑا تھا۔ اس نے بھی اشارہ کیا۔ میں نے کہا کہ لگتا ہے کہ پھر کوئی کتا نیچے آ گیا ہے۔ جب ہم نے گاڑی پیچھے کی تو ہم نے دیکھا کہ دوسرا کتا بھی اٹھ کر بھاگا جا رہا تھا...... آج تک ہمیں یہ سمجھ نہیں آئی کہ نہ تو پہلے کتے کو زخم آیا اور نہ ہی دوسرے کو آیا، حالانکہ پہلے کتے کے اوپر سے بھی گاڑی گزری اور دوسرے کتے کے اوپر سے بھی گاڑی گزری۔ یہ بھی پتہ نہ چلا کہ وہ دوسرا کتا چند میل تک گاڑی میں کہاں چپکا رہا اور اللہ نے اسے کیسے بچایا۔ میں نے کہا، میرے مولا! واقعی جس کی تو حفاظت کرنا چاہے اس کو تو محفوظ کر ہی لیا کرتا ہے۔

مرغی کا رزق:

ایک صاحب گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ وہ بزنس کے سلسلے میں کوئٹہ میں رہتے تھے۔ ایک دن اس کا بچہ چنے کھا رہا تھا...... بچے بہت شرارتی ہوتے ہیں۔ خواہ بندے کا بچہ ہو، خواہ بکری کا بچہ ہو، خواہ بندر کا

بچہ ہو۔ یہ کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہتے ہیں...... وہ چنے آرام سے کھانے کی بجائے ایک دانہ لیتا، اسے منہ کی طرف اچھالتا اور پھر منہ کے ساتھ کیچ کرتا۔ وہ اسی طرح گیم بنا کر کھاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ ایک دانہ اس کی ناک میں چلا گیا۔ اس نے دانہ نکالنے کیلئے ناک میں انگلی ڈالی تو وہ اور آگے چلا گیا۔ وہ بھاگ کر اپنی امی کے پاس آیا۔ اب اس نے نکالنے کی کوشش کی تو وہ اور آگے چلا گیا۔ جب دانہ اچھی طرح آگے چلا گیا تو اب اس نے رونا شروع کر دیا۔

انہوں نے اسی دن تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ایک شادی میں شرکت کیلئے گوجرانوالہ آنا تھا۔ کوئٹہ سے لاہور کی فلائیٹ پر آنا تھا۔ جب میاں گھر آئے تو بیوی نے کہا کہ بچے کی ناک میں ایک دانہ پھنس گیا ہے، یہ رو رہا ہے، اسے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔ اس نے کہا کہ اس نے شرارت کی ہے، لہٰذا اب یہ مزہ بھی چکھ لے۔ اگر میں اسے یہاں کسی ڈاکٹر کے پاس لے گیا تو فلائیٹ لیٹ ہو جائے گی۔ آپ اس سے کہیں کہ اگر اتنا وقت پہلے گزار لیا ہے تو دو گھنٹے اور صبر کر لے، میں اسے گوجرانوالہ میں فلاں کزن کے پاس لے جاؤں گا اور وہاں سے یہ نکلوا دوں گا۔ چنانچہ وہ سب ایئر پورٹ پر پہنچے۔ وہ کوئٹہ سے لاہور گئے اور لاہور سے ایک گھنٹہ کے بعد گوجرانوالہ پہنچ گئے۔

اب وہ اپنے بچے کو لے کر اپنے کزن کے پاس گیا۔ اس کی بیوی نے دروازہ کھولا اور اسے بٹھا کر کہنے لگی کہ وہ باتھ روم گئے ہیں آپ چند منٹ انتظار کریں، وہ ابھی آجاتے ہیں۔ یہ وہاں ابھی انتظار کر رہے تھے کہ اتنے میں اس بچے کو ایسی زوردار چھینک آئی کہ وہ دانہ باہر آ گرا۔ اس ڈاکٹر صاحب کے گھر میں ایک مرغی پھر رہی تھی، اس نے لپک کر وہ دانہ کھا لیا...... وہ دانہ دراصل اس مرغی کا رزق تھا اور کوئٹہ میں پڑا ہوا تھا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ دانہ وہاں پہنچانا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے کارگو کے طور پر استعمال فرما لیا۔

خواجہ بایزید بسطامیؒ کا بھرپور اعتماد:

تو یہ سو فیصد پکی بات ہے کہ جو رزق بندے کو ملنا ہوتا ہے وہ مل کر رہے گا۔ وہ رزق اگر پہاڑ کے نیچے بھی ہوگا تو اس کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک وہ اسے استعمال نہیں کر لے گا۔ رزق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ پر بھرپور اعتماد ہونا چاہیے۔ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ مجھے رزق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ پر اتنا بھروسہ ہے کہ اگر ساری زمین تانبے کی بنا دی جائے اور ساری مخلوق کو میرا کنبہ بنا دیا جائے اور آسمان سے ایک قطرہ بھی بارش نہ ہو تو بھی مجھے کوئی غم نہیں کہ یہ کہاں سے کھائیں گے، کیونکہ جس پروردگار نے رزق کا ذمہ لیا ہے وہ کہیں نہ کہیں سے ضرور ان کو رزق پہنچا دے گا۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا،

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا اور زمین میں جو بھی ذی روح چیز ہے اس کے رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے۔

پردۂ غیب سے کھانے کا انتظام:

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب قبیلہ اشعریّین کے لوگ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو ان کا زادِ راہ ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا کہ ان کے کھانے وغیرہ کا کچھ انتظام فرما دیں۔ وہ آدمی جب نبی علیہ السّلام کے درِ اقدس پر پہنچا تو اندر سے نبی علیہ السّلام کی تلاوت کی آواز آئی۔ آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا یہ آیت سنتے ہی اس کے دل میں خیال آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہر ذی روح شے کا رزق اپنے ذمے لیا ہے تو پھر ہم بھی اللہ کے نزدیک دوسرے

جانوروں سے گئے گزرے نہیں ہیں، وہ ضرور ہمارے لیے بھی رزق کا بندوبست فرما دیں گے۔ چنانچہ وہ وہیں سے واپس چلا گیا اور نبی علیہ السّلام کو کچھ نہ بتایا۔لیکن واپس جا کر اس نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ خوش ہو جاؤ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد آ رہی ہے۔اس کے ساتھیوں نے اس کا یہ مطلب سمجھا کہ اس نے اپنی حاجت نبی ﷺ کو بیان کر دی ہے اور اللہ کے محبوب ﷺ نے انتظام کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے۔ وہ یہ سمجھ کر مطمئن ہو گئے۔

وہ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ دو آدمی ایک بڑا سا برتن لے کر آئے جو گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ دونوں آدمی کھانا دے کر چلے گئے۔انہوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔لیکن ابھی بہت سا کھانا بچ گیا۔ انہوں نے سوچا کہ یہ بچا ہوا کھانا نبی ﷺ کی خدمت میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ ضرورت کے وقت استعمال ہو سکے۔ چنانچہ دو آدمی کھانا لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔اس کے بعد وہ سب حضرات نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ کا بھیجا ہوا کھانا بہت مزیدار تھا۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا۔تب انہوں نے تفصیل بتائی کہ ہم نے اپنے فلاں ساتھی کو آپ کی طرف بھیجا تھا اور اس نے ہمیں آ کر یہ بتایا تھا۔ چنانچہ ہم یہی سمجھے کہ آپ نے کھانا بھیجا ہے۔یہ سن کر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میں نے نہیں بلکہ اس پروردگار نے آپ کا رزق بھیجا ہے جس نے ہر ذی روح شے کا رزق اپنے ذمے لیا ہے......اللہ اکبر!!!

پودے کی خوراک:

ہم نے ایک ملک میں پھول دیکھا۔اس کے اندر شہد کی مانند بہت ہی میٹھا رس تھا۔ وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ یہ اسی طرح کھلا رہتا ہے اور جب کوئی چڑیا یا کوئی اور پرندہ اس کے رس کو اندر سے کھانے لگتا ہے تو اس کی پتیاں بند ہو جاتی ہیں اور وہ پرندہ وہیں پر قابو میں آ جاتا ہے، پھر گل سڑ جاتا ہے اور اس پرندے

سے خوراک لے کر یہ پودا زندہ رہتا ہے......اللہ اکبر......تو رب کریم جہاں سے چاہیں بندے کو رزق پہنچاتے ہیں۔ بندے کو پتہ نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ پہنچا دیتے ہیں۔ جب کہ بندے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اللہ رب العزت کی نافرمانی کر رہا ہوتا ہے۔

گناہوں کے باوجود چار نعمتیں جاری رہتی ہیں:

دیکھیں، اگر ہم نے کسی کا ماہانہ وظیفہ لگایا ہوا ہو اور وہ ہماری نافرمانی کرنا شروع کر دے تو ہمارا فیصلہ یہ ہوگا کہ ہم اس کا وظیفہ بند کر دیں گے۔ یا ہم اس سے یہ کہیں کہ آپ نے یہ کام نہیں کرنا اور وہ وہی کام کر رہا ہو اور ہم اسے دیکھ لیں تو ہمارا پہلا فیصلہ یہ ہوگا کہ اب آج سے اس کی امداد بند ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ وہ حلیم ہیں یعنی حوصلے والے ہیں۔ وہ ہماری کوتاہیوں کے باوجود ستاری کا معاملہ فرماتے ہیں۔

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اتنے حلیم ہیں کہ بندہ گناہ کرتا ہے مگر اس کے باوجود وہ اسے چار نعمتوں سے محروم نہیں کرتے۔

(۱)......کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کا رزق بند نہیں کرتے۔

(۲)......کبیرہ گناہ کرنے کے باوجود اللہ رب العزت اس سے صحت فوراً نہیں چھینتے۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ اِدھر بندہ چوری کرتا اور اُدھر اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کو شل کر دیتے۔

(۳)......بندہ کبیرہ گناہ کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے فوراً رسوا نہیں فرماتے بلکہ اس کی پردہ پوشی فرما دیتے ہیں۔

(۴)......اللہ رب العزت اس گنہگار آدمی کی فوری طور پر پکڑ نہیں فرماتے۔ اس کو مہلت دیتے ہیں کہ شاید میرا بندہ توبہ کر لے۔

تو گناہوں کے باوجود اللہ تعالیٰ بندے کے لیے یہ چار نعمتیں جاری رکھتے ہیں۔ یہ اس کی رحمت نہیں تو اور کیا ہے۔

اللہ کو ناراض کرنے والی باتیں:

تین باتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ ناراض کرتی ہیں۔

(۱) احکام الٰہی میں کوتاہی کرنا

جو بندہ احکام الٰہی کو کو ہلکا سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے سے سخت ناراض ہوتے ہیں۔ ایسا بندہ احکام الٰہی کو آرام سے توڑ دیتا ہے۔ اس کو اتنا بھی احساس نہیں ہوتا کہ میں کس خالق و مالک کی حکم عدولی کر رہا ہوں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا شکوہ کرنا

دوسرا وہ بندہ ہے جو دعا تو مانگے مگر ساتھ ہی یہ کہنا شروع کر دے کہ وہ تو ہماری سنتا ہی نہیں۔ ہماری دعائیں تو قبول ہی نہیں ہوتیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے سخت ناراض ہوتے ہیں کہ مانگتا بھی ہم سے ہے اور پھر کہتا ہے کہ ہماری تمنا پوری نہیں ہوتی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا یہ شکوہ کرنا قطعاً ناپسند فرماتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہ ہونا

ایسے بندے پر بھی اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہیں ہوتا۔ قرآن عظیم الشان میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ ہم نے ان کے درمیان معیشت (روزی) کو خود تقسیم فرمایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ تقسیم کریں تو بندوں کو چاہیے کہ اس پر راضی ہو جائیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر ناراض ہوتا ہے پھر اللہ رب العزت اس بندے سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ جب بندہ حسد کرتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر ناراضگی کی وجہ سے کرتا ہے۔ اللہ رب العزت کسی کو زیادہ رزق دے دیتے ہیں تو وہ اندر ہی اندر جل رہا ہوتا ہے۔ اس کا اندر ہی اندر آگ میں جلنا گویا اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ ناپسند ہے......گھر میں اگر باپ کوئی چیز لائے اور اپنی مرضی سے بچوں میں تقسیم کر دے تو وہ امید کرتا ہے کہ بچے میری تقسیم پر خوش ہو جائیں گے اور اگر کوئی بچہ باتیں بنانے لگے تو باپ کا دل کرتا ہے کہ آئندہ اس کو کچھ بھی نہیں دینا......حاسد بندہ اللہ رب العزت کی تقسیم پر راضی نہیں ہوتا اس لیے حسد کر رہا ہوتا ہے۔ اور جس کو اللہ رب العزت کی تقسیم پر رضا نصیب ہو وہ کسی پر حسد نہیں کرتا......کسی کو رزق ملے......کسی کو عزت ملے......کسی کو صحت ملے......کسی کو شان ملے......تو وہ اس سے حسد نہیں کرتا بلکہ بلکہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

رزق میں دو طرح کی مہربانی:

تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ حضرت جعفر بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ رزق کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی بندوں پر دو طرح کی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک ذی روح کو اس کے مناسب حال غذا اور ضروریات عطا فرماتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ کسی کو اس کا عمر بھر کا پورا رزق ایک ہی وقت میں نہیں دے دیتے۔ اگر بیک وقت دے بھی دیتے تو اوّل تو اس کیلئے اس کی حفاظت کرنا بھی مشکل ہو جاتی اور دوسرا یہ کہ وہ جتنی بھی حفاظت کر لیتا وہ پھر بھی سڑنے اور خراب ہونے سے نہ بچ پاتا۔

رزق ملنے کے اسباب:

جہاں تک رزق کا تعلّق ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ دے ہی دیتے ہیں۔ضروری نہیں ہوتا کہ بڑے بڑے کاروبار کرنے والوں کو ہی اللہ تعالیٰ رزق دیں۔رزق کا معاملہ جدا ہے۔ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ان پڑھ لوگوں کو بھی وافر مقدار میں رزق دے دیتا ہے۔مجھے ایک صاحب حج کے موقع پر ملے۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے ہسپتال بنانے کیلئے کروڑوں روپے مختص کیے ہیں۔ یہ سن کر ہمیں بڑی خوشی ہوئی کہ یہ فلاحی کام کر رہا ہے۔ پھر اس نے اپنے کاروبار کی تفصیل بھی بتائی۔تھوڑی دیر کے بعد ہمیں سارے گروپ کے لیے ایک ورق بنوانا پڑا۔ چونکہ وہ ہمارے ہی گروپ میں تھا اس لیے میں نے اسے کہا کہ آپ ہی لے لیں۔ وہ کہنے لگا، جی یہاں میرے انگوٹھے پر سیاہی لگا ئیں۔ میں نے اس سے پوچھا، کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا، مجھے سائن کرنے نہیں آتے۔ چنانچہ اس کروڑوں پتی آدمی نے وہاں انگوٹھے کا ٹھپہ لگایا اور کاغذ وصول کیا۔

☆ کسی کو چاہتا ہے تو حلیم چاول کے ذریعے رزق دے دیتا ہے۔

☆ کسی کو چاہتا ہے تو مرغ پلاؤ کے ذریعے رزق دے دیتا ہے۔

☆ کسی کو چاہتا ہے تو قلفی کے ذریعے رزق دے دیتا ہے۔

☆ ہم نے ایک ایسے بندے کو دیکھا جس کو اللہ تعالیٰ نے لسی کے ذریعے رزق دیا ہوا ہے۔اس نے لسی کے ٹینک بنائے ہوئے تھے۔مشینوں کے ذریعے لسی بن رہی تھی اور ٹینکوں میں آ رہی تھی۔گھر میں پانی کا جو پمپ لگایا جاتا ہے وہ اس نے لگایا ہوا تھا اور اس سے آگے اس نے دس پندرہ ٹوٹیاں لگائی ہوئی تھیں۔ وہ ٹوٹی کھولتا اور گلاس میں لسی بھر کر دے دیتا۔ وہاں لائن لگی ہوتی تھی۔ ہم نے وہاں تقریباً اڑھائی سو بندوں کی لائن دیکھی ...... اللہ تعالیٰ اس کو لسی کے ذریعے رزق دے رہا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ کیا

کاروبار کرتے ہو تو کہتا ہے کہ لسی کا کاروبار کرتا ہوں۔

☆ اس عاجز سے تعلّق رکھنے والے ایک صاحب ہیں۔ان کا چائے کا کھوکھا ہے۔عام تصور یہ ہے کہ کھوکھے سے روزانہ سو دو سو روپے مل جاتے ہوں گے۔لیکن اس نے ایک مرتبہ اپنے حالات لکھے تو میں حیران ہوا۔اس نے لکھا کہ چائے کے کھوکھے سے روزانہ کی بکری بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) روپے ہوتی ہے۔ جس کی روزانہ بارہ ہزار روپے کی سیل ہو اس کا منافع کتنا ہوگا۔

یہ سب رزق کے اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بنا دیئے ہیں۔کسی کیلئے کوئی سبب اور کسی کیلئے کوئی سبب۔ ہمیں کسی سے حسد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ہمیں اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی ضرورت ہے۔اگر ہم رزق کی پریشانی میں مبتلا ہیں تو بجائے اس کے کہ ہم لوگوں پر نظر اٹھائیں ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا دامن پھیلائیں۔جو پروردگار باقی مخلوق کو روزی دے سکتا ہے وہ یقیناً ہمیں بھی عطا فرما سکتا ہے۔

مقصد زندگی اور ضرورت زندگی:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا،

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔

ان آیات سے پتہ چلا کہ انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ رب العزت کی عبادت ہے۔ایک انسان کا

مقصد ہوتا ہے اور ایک انسان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کیسی پیاری تقسیم فرمائی۔ مقصد زندگی کو پورا کرنا انسان کے ذمے کر دیا اور ضرورت زندگی کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا۔ مقصد زندگی کے حصول کیلئے انسان اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہے اور ضروریات زندگی میں انسان کا رزق آتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا اور زمین میں جو بھی ذی روح چیز ہے اس کے رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے۔

انسان جب تک اپنے مقصد کو پورا کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتوں کو پورا کرتے رہتے ہیں اور جب انسان مقصد کو پورا کرنا چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتوں کو پورا کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

رزق ملنے کے دو طریقے:

رزق ملنے کے دو طریقے ہیں......اس کو مثال سے سمجھیں......بعض اوقات مرغی کا مالک کسی پیالے میں دانے ڈال کر سامنے رکھ دیتا ہے۔ وہ جب چاہتی ہے پیالے سے دانے کھا لیتی ہے۔ اور بعض اوقات مالک اپنے ہاتھ میں گندم کے دانے لے کر ان کو پھینک دیتا ہے اور وہ دانے پھیل جاتے ہیں۔ وہ سارا دن دانے چگتی رہتی ہے۔ اس طرح مرغی کو رزق تو اتنا ہی ملتا ہے جتنا پیالے میں ملنا تھا لیکن اس طرح اسی سارا دن ایک ایک دانہ چگنا پڑتا ہے اور اس کی خاطر سر جھکانا پڑتا ہے۔ یہی فرق ہے۔ جو انسان نیکی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو رزق پیالے میں ڈال کر دے دیتے ہیں اور وہ آسانی کے ساتھ اس رزق سے فائدہ اٹھاتا ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے اور غفلت کا شکار رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا رزق پھیلا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سارا دن چگتا رہ۔ وہ بیچارہ صبح سے

شام تک بازار میں دھکے کھاتا رہتا ہے، دفتروں میں دھکے کھاتا ہے، سائیکل بھگاتا ہے، موٹر سائیکل بھگاتا ہے، کاریں بھگاتا ہے اور شام تک تھک جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ کیا کریں، ہم گھر کے جتنے فرد ہیں سب نوکری کرنے والے ہیں اور خرچے پھر بھی پورے نہیں ہوتے۔ یاد رکھیں کہ پروردگار نے جو رزق دینا ہوتا ہے وہ لکھا گیا ہے۔ اگر انسان اس رزق کو حلال طریقے سے حاصل کرے گا تو وہی ملے گا اور اگر وہ جلد بازی کر کے حرام طریقے سے کمائے گا تو پھر بھی اتنی ہی مقدار ملے گی جو پہلے مقدر میں لکھی جا چکی ہے۔ لیکن ٹھپہ لگ جاتا ہے کہ اس نے حرام کمایا ہے۔

موجودہ دور میں حصول رزق میں آسانیاں:

رزق کے معاملے میں جتنی آسانیاں آج ہیں اتنی پہلے کبھی نہیں تھیں۔ آپ پورے محلے میں سے کوئی گھر ایسا نہیں دکھا سکتے جس میں پورا دن چولہے میں آگ نہ جلتی ہو۔ یہ ہوسکتا ہے کہ تین دفعہ پکنے کی بجائے دو دفعہ پکا ہو، یا بامر مجبوری دو دفعہ کی بجائے ایک دفعہ پکا ہو۔ ایسا گھر شاید ہی کوئی ہوگا جس میں پورا دن چولہے میں آگ جلانے کی نوبت ہی نہ آئے ......الا ماشاء اللہ...... بلکہ ہم لوگ کچھ زیادہ ہی ناز و نعمت کے پلے ہوئے ہیں۔ آجکل اکثر گھروں میں پسند کے کھانے پکتے ہیں۔ عورتیں مردوں سے پوچھتی ہیں کہ آج کیا پکانا ہے۔ یہ جو پوچھتی ہیں کہ آج کیا پکانا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پسند کے کھانے پکتے ہیں، اس کے سامنے چوائس ہوتا ہے، چاہیں تو یہ پکا لیں گے اور چاہیں تو وہ پکا لیں گے، اسی کو تو پسند کا کھانا کہتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے دور میں کیا حالت تھی؟ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں دو دو مہینے چولہے کے اندر آگ نہیں جلا کرتی تھی حتی کہ چولہے کے اندر گھاس اگ آیا کرتی تھی۔ اب بتائیں کہ چولہے کے اندر گھاس کب اگتی ہے؟ جب کئی کئی ماہ آگ نہ جلے تب ہی گھاس اگتی ہے۔ آپ فرماتی

ہیں کہ دو کالی چیزوں پر ہمارا گزارا ہوتا تھا۔ ایک کھجور اور ایک پانی۔ آج کے دور میں تو ہم تصور ہی نہیں کر سکتے۔ لیکن جتنے شکوے رزق کے بارے میں آج پروردگار کے ہیں اتنے پہلے کبھی نہیں تھے۔ ہر بندے کی زبان پر شکوہ ہے۔ تین ٹائم کھانے والے کی زبان پر بھی اللہ کا شکوہ ہے اور درمیان میں تین دفعہ چائے پینے والے کی زبان پر بھی اللہ کا شکوہ ہے۔ وہ تین دفعہ کھانا کھاتا ہے اور تین دفعہ چائے کے نام پر بسکٹ کھاتا ہے اور پھر اس کے بعد شکوے کرتا ہے کہ رزق کی بڑی تنگی ہے۔

ہمارے ذمے حق بندگی ادا کرنا تھا۔ ہم وہ ادا نہیں کرتے اور جو اللہ نے اپنے ذمے لی تھی اس کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں۔ ہمیں کوئی کم عقل اور بے وقوف نہ کہے تو اور کیا کہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق چلتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے دیتے ہیں اور اگر کوئی خلاف شرع کام کرتا ہے تو رزق کی برکت کو ہٹا لیتے ہیں۔ جو انسان اللہ تعالیٰ کو راضی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عافیت والا رزق دیں گے اور جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو الجھا دیں گے اور پھر وہ رزق کے پیچھے جوتیاں چٹخاتا پھرے گا۔

رزق کے بارے میں انسان کی پریشانی:

جب پروردگارِ عالم نے سب کے رزق کا ذمہ لیا ہے تو وہ رزق پہنچاتا ہے لیکن انسان اس کے لیے پریشان ہوتا ہے جبکہ باقی مخلوق پریشان نہیں ہوتی۔ کوئی پرندہ ایسا نہیں جو اپنے رزق کو جمع کر کے رکھے۔

پلے رزق نہیں بنہدے پکھو تے درویش جنہاں تقیہ رب دا انہاں رزق ہمیش

جن کی اللہ پر توکل ہوتی ہے انہیں ہمیشہ رزق ملتا ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ بلی اور چوہے تو کھائیں اور جو اللہ رب العزت کا نائب اور خلیفہ ہے وہ بھوکا رہے۔ اس لیے یہ تنگی اور پریشانی اکثر و بیشتر ہمارے

گناہوں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ ورنہ جو پروردگار عالم حضرت موسیٰؑ کی قوم کو من وسلویٰ کھلا سکتا ہے کیا وہ امت محمدیہ کو من وسلویٰ نہیں کھلا سکتا۔ رزق کے بارے میں ہمیشہ یہ گمان رکھیں کہ میرا رزق بندوں کے ذمے نہیں بلکہ پروردگار کے ذمے ہے۔ بندے بھول سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نہیں بھول سکتے۔ آپ نے ایک اژدھے کے بارے میں سنا ہوگا۔ وہ آنکھوں سے اندھا تھا اور ایک کوا اس کے منہ میں پانی ڈالتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو یوں رزق پہنچاتے تھے۔

کوّے کے بچوں کی پرورش:

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ کوے کے بچے جب نکلتے ہیں تو ان کے بدن پر بال اور پر سفید ہوتے ہیں۔ یہ دیکھ کر کوا ان سے نفرت کر کے بھاگ جاتا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد ان پروں کی رنگت سیاہ پڑ جاتی ہے۔ تب ان کے ماں باپ آتے ہیں اور ان کو دانہ وغیرہ دیتے ہیں۔ ان ابتدائی دنوں میں جب ان کے ماں باپ ان چھوٹے بچوں سے متنفّر ہو کر بھاگ جاتے ہیں اور ان کے پاس بھی نہیں آتے اس وقت اللہ تعالیٰ چھوٹے چھوٹے مچھر ان کے پاس بھیج دیتے ہیں اور وہی مچھر ان کی غذا بن جاتے ہیں۔

مولوی بن کر کھاؤ گے کہاں سے:

کیا آپ میں سے کسی نے کسی ایسے بندے کو دیکھا ہے جو یہ کہے کہ میں نے بڑی مسجدیں اور بڑے مدرسے بنوائے اور میں بینکر پٹ (دیوالیہ) ہو گیا ہوں۔ یقیناً کوئی بندہ بھی ایسا نہیں مل سکتا اور ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ ایسے ہزاروں حضرات ہیں جو کہ کاروبار کرتے رہے اور کاروبار کرتے کرتے بینکر پٹ (دیوالیہ) ہو گئے۔ کاروبار کرتے کرتے دیوالیہ ہونے والوں کی مثالیں ہزاروں ہیں لیکن مسجدیں اور مدرسے بنا کر دیوالیہ ہونے کی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔ تو پھر بتائیں کہ زیادہ رزق کس لائن پر ملتا ہے۔ یقیناً نیکی کی لائن میں اللہ تعالیٰ زیادہ رزق عطا فرماتے ہیں۔ جبکہ لوگ کہتے ہیں کہ علم پڑھ کر مولوی بن

جاؤ گے اور پھر کہاں سے کھاؤ گے۔ یہ آج کا عام فقرہ ہے۔ آپ سوچیں کہ اگر رزق کاروباری لوگوں کے گھروں میں زیادہ ہوتا تو پھر حلوہ بھی انہی کے نام سے منسوب ہوتا، حالانکہ حلوہ تو مولویوں کے نام سے منسوب ہے۔ الحمدللہ، دین کا کام کرنے والے لوگوں کو اللہ خشک روٹیاں ہی نہیں کھلاتا بلکہ ان کو دیسی گھی کے بنے ہوئے حلوے بھی کھلاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ جو سارا دن رزق کے پیچھے دوڑتے بھاگتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے عمل کا بدلہ ان کو دنیا کے اندر دے دیتے ہیں اور جو دین کا کام کر رہے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ پہلے ان کی آخرت بناتا ہے، البتہ کچھ تھوڑا سا حصہ ان کو دنیا میں بھی دے دیتا ہے۔ اس لیے ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس سے محبّت کرتے ہیں اس کو دنیا سے اس طرح بچاتے ہیں جس طرح لوگ نزلہ زکام کے مریض کو سردی سے بچایا کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو ضرورت کے بقدر رزق دیتے ہیں۔ تاہم اتنا رزق ضرور ملتا ہے کہ ان کو غیر کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوشیوں بھری زندگی عطا فرماتے ہیں۔

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بچہ بہت ہی ذہین تھا۔ وہ ابھی بہت چھوٹا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے اس کو بلوا کر پوچھا کہ آپ کو عربی اچھی لگتی ہے یا انگریزی؟ وہ کہنے لگا، عربی زبان۔ میں نے پوچھا، آپ کو عربی اچھی کیوں لگتی ہے؟ وہ کہنے لگا، اس لیے کہ قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے پھر اس سے پوچھا کہ عربی پڑھ کر تو کھائے گا کہاں سے؟ اس نے یہ سوال سن کر بڑے وثوق سے جواب دیا کہ جب بندہ عربی پڑھتا ہے تو وہ خدا کا ہو جاتا ہے اور جب خدا کا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے کہ اسے دو، وہ دیتے ہیں اور یہ کھاتے ہیں۔ میں نے کہا، یہ بھی ٹھیک ہے لیکن لوگ ایسے شخص کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ وہ کہنے لگا، ذلت تو تب ہوتی ہے جب وہ کسی سے مانگتا ہو، وہ مانگتا ہی کب ہے، لوگ تو ہاتھ جوڑ کے دیتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں اس

کی ذہانت دیکھ کر حیرت سے اس کا منہ تکتا رہا کہ یہ اتنی چھوٹی عمر میں اتنی سمجھ رکھتا ہے۔ اللہ اکبر۔

انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ جیسا گمان کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمائیں گے۔ اس لیے دین کا کام کرنے والوں کو یہ یقین کر لینا چاہیے کہ ہمیں اللہ اسی راستے سے کھلائیں گے۔ جس راستے سے وہ اپنے انبیاء کو کھلایا کرتے تھے۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا انبیائے کرام نے دنیا میں آکر دکانیں چلائی تھیں یا دفتروں میں کام کرتے تھے؟ وہ اپنے آپ کو سارا دن اللہ کے دین کے کام کے لیے مصروف رکھتے تھے اور اس دین کے کام کے صدقے اللہ تعالیٰ ان کو رزق بھی عطا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت موسیٰؑ کا واقعہ:

امام رازی بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰؑ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ اس وقت آپ کو اپنے گھر والوں کی روزی کا خیال آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بات اچھی نہ لگی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا،

''اے موسیٰ! اس سامنے والے پتھر پر اپنا عصا مارو۔''

جب حضرت موسیٰؑ نے اس پتھر کو عصا مارا تو وہ پتھر ٹوٹ گیا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ آپ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ اس پتھر کے اندر سے ایک اور پتھر نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس پتھر پر بھی عصا کی ضرب لگاؤ۔ حضرت موسیٰؑ نے جب اس کو ضرب لگائی تو اس میں سے بھی ایک اور پتھر برآمد ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب اس تیسرے پتھر کو بھی توڑیں۔ چنانچہ جب انہوں نے تیسرا پتھر توڑا تو اس میں سے چیونٹی جیسا چھوٹا سا ایک کیڑا نکلا جس کے منہ میں اس کی خوراک یعنی ایک سبز پتہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے حجاب اٹھا دیا تو آپ نے دیکھا کہ وہ چھوٹا سا کیڑا زبان حال سے یہ تسبیح بیان کر رہا تھا،

سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِيْ وَ يَسْمَعُ كَلَامِيْ وَ يَعْلَمُ مَكَانِيْ وَ يَذْكُرُنِيْ وَلَايَنْسَنِيْ

پاک ہے وہ ذات جو مجھے دیکھ رہی ہے، میرے کلام کو سن رہی ہے، میرے قیام کی جگہ کو جانتی ہے، مجھے یاد رکھتی ہے اور مجھے بھولتی نہیں۔

اس سے حضرت موسیٰؑ کو یہ تسلّی دینا مقصود تھا کہ جو اللہ پتھر در پتھر میں رہنے والے کیڑے کو روزی پہنچا رہا وہ ان کے گھر والوں سے غافل کیسے ہوسکتا ہے۔

بالواسطہ اور بلاواسطہ رزق:

انسان کو دو طرح سے رزق ملتا ہے...... ایک بالواسطہ اور ایک بلاواسطہ...... جو رزق بالواسطہ ملتا ہے اس میں کبھی دکان واسطہ بن جاتی ہے، کبھی کاروبار واسطہ بن جاتا ہے، کبھی کھیتی واسطہ بن جاتی ہے اور کبھی کوئی جانور واسطہ بن جاتا ہے۔ اور بلاواسطہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بغیر کسی واسطہ کے رزق پہنچا دیتے ہیں۔ مثلاً کھیتی میں برکت دے دی، کاروبار میں برکت دے دی، جتنی امید تھی کہ اتنے پیسے کما لوں گا اس سے کئی گنا زیادہ کما لیے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اسے براہ راست رزق دیتے ہیں۔ جبکہ بندہ ایسا ہے کہ جن ذرائع سے اسے بالواسطہ رزق ملتا ہے وہاں وہ آٹھ گھنٹے ڈیوٹی دیتا ہے اور جہاں سے بغیر واسطے کے ڈائریکٹ ملتا ہے اس مصلے پر آٹھ منٹ لگانے کی بھی اسے توفیق نہیں ملتی۔

ایک آدمی نے جمعہ کے دن اپنے کھیت میں پانی لگایا ہوا تھا۔ اسی دوران میں جمعہ کی اذان ہوگئی۔ اس نے سوچا کہ اگر پانی کا انتظام کرتا ہوں تو جمعہ جاتا ہے اور اگر جمعہ پڑھنے جاتا ہوں تو پانی کا کام رہ جائے گا۔ بالآخر اس نے فیصلہ کرلیا کہ میں جمعہ پڑھنے جاتا ہوں۔ چنانچہ کھیت کا کام چھوڑ کر جمعہ پڑھنے چلا گیا۔ جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آیا تو دیکھا کہ کھیت پانی سے بھرا ہوا تھا۔ وہ دیکھ کر حیران ہوگیا۔ پڑوسی

اس کے پاس آ کر کہنے لگے کہ عجیب بات ہے کہ ہم اپنے کھیتوں میں پانی دیتے تھے اور ڈول ٹوٹ ٹوٹ کر تمہارے کھیت میں پہنچ جاتا تھا جس کی وجہ سے تمہارا کھیت پانی سے بھرا ہوا ہے۔

یاد رکھنا کہ جب گھر میں آٹا نہ ہو تو پھر ہر بندہ رو رو کے دعائیں مانگتا ہے، مزہ تو تب ہے جب بوری آٹے کی بھی بھری ہوئی ہو اور پھر بھی رو رو کے مانگ رہا ہو کہ اے اللہ! دینے والے تو آپ ہی ہیں، میں نے تو آپ ہی سے مانگنا ہے۔ ایک مرتبہ ابن عطاء سکندریؒ کو اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا کہ میں ایسا رزاق ہوں کہ اگر تو دعا کرے کہ رزق نہ ملے تو پھر بھی دوں گا اور اگر رو رو کر مانگے گا تو کیوں نہ دوں گا۔ سچی بات یہ ہے کہ ہماری نظر اپنی جیب پر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے خزانوں پر نہیں ہوتی، جبکہ بندہ مؤمن کی نظر اللہ کے خزانوں پر ہونی چاہیے اپنی جیب پر نہیں ہونی چاہیے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

اَنْفِقْ بِلَالًا وَّ لَا تَخْشَعْ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے سے کمی کا ڈر دل میں نہ رکھو۔

اس لیے رزق کے معاملے میں مؤمن کو قطعاً پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ایک کام ہمارے ذمے ہے کہ ہم رزق کے حصول کے لیے قدم آگے بڑھائیں اور رزق پہنچانے کا کام اللہ کے ذمے ہے۔ جب ہم قدم اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے رزق کا بندوبست فرما دیں گے۔

اچھا یہ بتائیں کہ جو بھاگنے والا گھوڑا ہو اور دوڑ میں بڑے بڑے انعامات جیت کر آئے کیا اس کو چارہ ڈالتے ہوئے مالک کو کبھی دکھ ہوتا ہے؟ اس کو چارہ ڈالتے ہوئے کبھی پریشانی نہیں ہوتی کیونکہ وہ اس کے لیے عزت، شہرت اور آمدنی کا ذریعہ ہوتا ہے بلکہ مالک کا دل چاہتا ہے کہ یہ اور کھائے۔ اسی طرح جو دین کا کام کرنے والے لوگ ہیں ان کو رزق دے کر اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتے ہیں۔ وہ اپنے بندے کو

غیر کے سامنے رسوانہیں کرتے بلکہ عزت کی روزی دیتے ہیں۔اس کیلئے شرط یہ ہے کہ بندے کی نظر پروردگار پر ہو غیر پر نہ ہو۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، رزق پہنچانے کا کام اللہ کے ذمے ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ رحمت فرمادیں گے۔ ہاں اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے پھر توقع کریں کہ وہ ہمیں حلوہ کھلائیں تو پھر تو یہ نعمتیں نہیں ملتیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو مصیبتوں میں الجھا دیتے ہیں۔ بلکہ اس کو رزق دے کر بھی پریشان کر دیتے ہیں۔اور اگر انسان کی اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل ہو تو پھر اللہ تعالیٰ اس بندے کی ضرورتوں کو خود پورا فرما دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عزت رکھ لی:

ایک مرتبہ ہم سفر کر رہے تھے۔موٹروے پر چڑھے تو چند میلوں کے بعد میں نے ڈرائیور کو دیکھا تو وہ بڑا پریشان تھا۔وہ کبھی ادھر دیکھتا کبھی ادھر۔میں نے اس سے پوچھا، جی کیا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا، حضرت !بس آپ توجہ فرماتے رہیں، اللہ کرم کرے گا، اللہ عزت رکھے گا۔میں نے کہا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کی عزت رکھے۔اس نے گاڑی خوب تیز بھگائی ہوئی تھی۔ پچاس کلومیٹر کے بعد گیس اسٹیشن آیا۔اس نے گاڑی گیس اسٹیشن کے اندر داخل کی اور کہا، الحمدللہ الحمدللہ۔میں نے کہا، کیا بنا؟ وہ کہنے لگا، اللہ نے عزت رکھ لی میں نے کہا ، پھر بھی بتاؤ تو سہی کہ اللہ نے کیسے عزت رکھی ؟ کہنے لگا ،حضرت! میں آپ کو بٹھانے سے پہلے جہاں سے آرہا تھا ادھر سے ہی میری گاڑی کو پٹرول ریزرو لگ گیا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ میں گھر جاتے ہوئے راستے میں ہی کہیں سے پٹرول ڈلوالوں گا لیکن میں بھول گیا۔پھر آپ کا سفر تھا۔آپ کو بھی بٹھالیا اور موٹروے پر آگیا۔جب میری نظر میٹر پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ گاڑی ریزرو کے دوران جتنے میل چلتی ہے اس سے ڈیڑھ دوگنا میل پہلے ہی چل چکی ہے، لہٰذا اب یہ کہیں بھی بند ہوسکتی ہے، اور جب موٹروے کے درمیان میں گاڑی بند ہوگی تو پیر صاحب

ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ تو ایسا بے وقوف اور غافل آدمی ہے۔ وہ کہنے لگا کہ یہ خیال آتے ہی میں نے اپنے دل میں یہ دعا مانگی ”اے اللہ! میں نے تیرے ایک نیک بندے کو آگے بٹھایا ہوا ہے، تو اس کو پریشانی سے بچالے اور میری عزت کو محفوظ فرمالے، مجھے رسوانہ کرنا، غلطی کر بیٹھا ہوں“۔ میں نے یہ دعا کر کے سپیڈ پر پاؤں رکھ لیا۔ پہلے میں ۷۰۔۶۰ کلومیٹر کی سپیڈ پر جا رہا تھا پھر میں ۱۲۰ کلومیٹر کی سپیڈ پر چل پڑا۔ اور ۱۲۰ کلومیٹر کی سپیڈ پر تب چلا جب مجھے پتہ چلا کہ اندر کچھ نہیں ہے اور میرا خیال تھا کہ میں بمشکل پانچ دس کلومیٹر چلوں گا، حتیٰ کہ پچاس کلومیٹر چلنے کے بعد گیس اسٹیشن آیا اور میں نے الحمدللہ کہا ......سبحان اللہ...... جو بندہ اللہ رب العزت کے سامنے یوں عذر پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور سرخرو فرماتے ہیں۔

مہمان کے آنے پر دل چھوٹا نہ کریں:

بعض اوقات انسان کسی مہمان کے آنے پر دل چھوٹا کر لیتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مہمان کے آنے سے پہلے مہمان کا رزق پہنچا دیتے ہیں۔ یاد رکھنا کہ جو رزق مہمان کھاتا ہے، اسے بندہ اپنی طرف سے نہیں کھلاتا۔ اس کو تو صرف آگ جلانے اور دسترخوان پر کھانا چننے کا ہی ثواب ملتا ہے، باقی مہمان اپنا رزق کھا رہا ہوتا ہے۔ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ یہ مہمان کا احسان ہوتا ہے کہ وہ گھر آ کر کھاتا ہے اور اگر مہمان نہ آتا تو شاید پکا کر اس کے پیچھے کھانا لے جانا پڑ جاتا۔ اس لیے ہمیں رزق کے معاملے میں بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آنے والے مہمان کسی وجہ سے نہیں آسکتے اور ان کے لیے تیار کیا ہوا کھانا کسی دوسرے کا مقدر بن جاتا ہے۔

مسکینوں کا رزق:

ایک ڈاکٹر صاحب کو اپنے کسی دوست کے آنے کا انتظار تھا۔ وہ ان کی خاطر تواضع کے لیے ہوٹل سے

کھانا لینے گئے۔انھوں نے مہمان کے اکرام کیلئے ایک مرغی روسٹ کرنے کیلئے کہا اور خود ہوٹل سے ذرا ہٹکر کھڑے ہوگئے۔قریب ہی کچھ مسکین لوگ بیٹھے آپس میں باتیں کررہے تھے۔ان میں سے ایک کہنے لگا، یار! بھوک لگی ہے اب کھانے کا انتظام کہاں سے ہوگا۔دوسرے نے کہا کہ رزق کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے وہ خود ہی رزق بھیج دے گا۔ڈاکٹر صاحب ان کی باتیں سن کر مسکرارہے تھے۔اور سوچ رہے تھے کہ ان غریب مسکین آدمیوں کا اللہ تعالیٰ پر کس قدر پختہ یقین ہے۔اچانک ان کے موبائل کی گھنٹی بجی۔انھوں نے فون سنا تو وہی دوست کہہ رہے تھے کہ جی میں معذرت چاہتا ہوں، میں آج آپ کے پاس نہیں پہنچ سکتا۔ڈاکٹر صاحب نے وہ روسٹ کی ہوئی مرغی ان مسکینوں کو دے دی اور وہ خوش ہوکر اسے دعائیں دینے لگے۔

بجٹ کی رات:

آج کی رات شریعت کے نقطۂ نظر سے بجٹ کی رات ہے۔جیسے بعض ملکوں میں جون کا مہینہ بجٹ کا مہینہ ہے۔اس مہینے میں بجٹ بن رہا ہوتا ہے کہ آئندہ سال میں کیا کام ہونے ہیں،ان کے لیے کتنی رقم مخصوص کرنی ہے اور کیا لائحہ عمل اختیار کرنا ہے۔بالکل اسی طرح آج کی رات انسانوں کیلئے بجٹ کی رات ہے۔آنے والے سال کیلئے رزق کے فیصلے اللہ رب العزت آج کی رات سے فرمانا شروع کر دیں گے۔اس رزق میں......گھر بھی شامل ہے ......بیوی بھی شامل ہے ...... بچے بھی شامل ہیں ......صحت بھی شامل ہے......مال بھی شامل ہے......عزت بھی شامل ہے......دل کا سکون بھی شامل ہے ......اور ہر وہ چیز جس کی بندے کو ضرورت ہوتی ہے اس رزق میں شامل ہے۔جب ہم پریشان ہوتے ہیں تو انہی میں سے کوئی ایک وجہ ہوتی ہے۔کوئی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ جی اتنے سال ہوگئے ہیں اولاد نہیں ہوتی اور کوئی اولاد کے پڑھائی نہ کرنے کی وجہ سے پریشان ہوتا

ہے۔میرے دوستو! ہماری پریشانی جس نوعیت کی بھی ہے، وہ اگرچہ ہمارے لئے دور کرنی مشکل ہے لیکن اسے ہمارے پروردگار کے لیے دور کرنا آسان ہے۔ جیسے کسی مزدور نے افسر سے سائن کروانے ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ اس موقع پر اس کی منت ساجت کرلو اس نے تو قلم ہی چلانا ہے۔ اگر افسر کا قلم چلنے سے مزدور کا کام بن جاتا ہے تو پروردگار کی ایک نظر سے بندے کی پوری زندگی کا کام بن جاتا ہے۔ اس لیے آج کی رات عبادت میں گزارتے ہیں۔ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ جب رزق کا فیصلہ ہونا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس سے اگلے دن میں روزے کے ساتھ رہوں۔ اس لیے پندرہ شعبان کا روزہ رکھنا بھی سنت ہے۔

اکثر لوگ مخلوق کے سامنے شکوے کرتے پھرتے ہیں۔ دوست کو بتاتے ہیں کہ جی میری یہ پریشانی ہے، ڈاکٹر کو بتاتے ہیں کہ میری یہ پریشانی ہے، حکیم کو بتاتے ہیں کہ میری یہ پریشانی ہے، مفتی صاحب کو بتاتے ہیں کہ میری یہ پریشانی ہے۔ بھئی! ہم نے جو سارا سال مخلوق کو اپنی پریشانیاں بتانی ہیں کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ آج اپنی ساری پریشانیاں اللہ رب العزت کی حضور ہی پیش کر دی جائیں۔ اللہ رب العزت نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں آج رات پھر اپنے گھر میں جمع ہونے کی توفیق عطا فرما دی۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ رب العزت سے مانگ لیں۔ مانگنے کا اپنا اپنا انداز ہوتا ہے۔

ایک پُر لطف دعا:

ایک مرتبہ اسی طرح پندرہ شعبان کی رات تھی۔ کسی مسجد میں پروگرام ہوا اور اس کے بعد لوگ مختلف قسم کی عبادات کرنے لگے۔ کوئی نفلیں پڑھ رہا تھا کوئی تلاوت کر رہا تھا اور کوئی مراقبہ کر رہا تھا۔ یہ عاجز بھی ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ اللہ کی شان کہ ایک بڑے میاں اس عاجز کے قریب بیٹھے تسبیح پڑھتے رہے اور اس کے بعد وہ دعا مانگنے لگے۔ میں نے ان کی دعا کا صرف ایک جملہ سنا اور مجھے ایسا مزہ آیا کہ میں اپنی عبادت

ہی بھول گیا۔ وہ یہ دعا مانگ رہے تھے۔

اللہ سائیں آ! مانہہ ہک واری جنت اچ وڑن دیویں، اگاں آپے لگا وتساں

(اے اللہ! مجھے ایک مرتبہ جنت میں داخل ہونے دینا، آگے میں خود ہی پھرتا رہوں گا)

سبحان اللہ!......کیا پتہ اس کی یہی ادا پسند آگئی ہو۔ ویسے بوڑھوں کی کچھ باتیں بڑے مزے کی ہوتی ہیں۔

ایک بڑے میاں کے دلچسپ اشکالات:

کسی گاؤں میں ایک پیر صاحب گئے۔ انہیں مسجد میں بیان فرمانا تھا۔ دیہاتی لوگ اکٹھّے ہوگئے۔ بیان شروع ہونے سے پہلے ایک سادہ لوح بڑے میاں کھڑے ہوگئے۔ اس نے پیش بندی کے طور پر پیر صاحب سے پوچھا، پیر صاحب! ہم ان پڑھ بندے ہیں، اگر ہمیں کوئی بات سمجھ نہ آئے تو کیا ہم سوال پوچھ سکتے ہیں؟ پیر صاحب نے کہا، ہاں ہاں، آپ سوال پوچھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد پیر صاحب نے بیان شروع کر دیا۔ بیان کرتے کرتے پیر صاحب نے ایک بات بتائی کہ قیامت کے دن ہر بندے کو پل صراط سے گزرنا ہوگا۔ احادیث میں اس کا تذکرہ آیا ہے۔ انہوں نے سمجھانے کے لیے اس کو یوں بیان کیا...... وہ پل بہت ہی نازک ہے، بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے...... جب انہوں نے یہ کہا تو وہ بوڑھا کھڑا ہوگیا۔ وہ کہنے لگا، پیر صاحب! لگدا اے ایہہ کوڑا اے (پیر صاحب! مجھے لگتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔)

اب پیر صاحب نے اس کو بات سمجھائی کہ جی پل صراط ہے، اس کا تذکرہ کتابوں میں موجود ہے اور اس پل سے ہر آدمی کو گزرنا پڑے گا۔ لیکن وہ یہی کہتا رہا کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ بالآخر جب پیر صاحب نے اس کو تسلّی دلائی کہ واقعی کتابوں میں لکھا ہوا ہے تو کہنے لگے،

”اچھا، اس پل توں ٹپنا پمسی جیہڑی وال توں ڈھیر بریک تے تلوار توں ڈھیر تیز اے۔“

(اچھا ایسی پل سے گزرنا پڑے گا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔)

پیر صاحب نے کہا! ہاں ہاں، بالکل ایسا ہی ہے۔

یہ سن کر وہ کہنے لگا، ”پیر صاحب! انجے چا آکھوناں، اللہ سائیں دی پار ٹپاون دی نیت کائی نہیں۔“

(پیر صاحب! پھر آپ یوں ہی کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس پل سے آگے گزارنے کی نیت ہی نہیں ہے۔)

اس کے بعد پیر صاحب نے پھر بیان شروع کر دیا۔ بیان کرتے کرتے ایک جگہ پر انہوں نے فرمایا کہ نمازیں پڑھو، اگر نمازیں نہیں پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ حساب لے گا اور جہنّم میں ڈالے گا اور جہنّم میں عذاب دینے کے بعد پھر جنت میں بھیجے گا۔

وہ بڑے میاں پھر کھڑے ہو کر کہنے لگے،

پیر صاحب! مینوں لگدا اے ایہہ وی کوڑ اے،،

(پیر صاحب! مجھے لگتا ہے کہ یہ بھی جھوٹ ہے)

پیر صاحب نے کہا، نہیں جی، کتابوں میں لکھا ہے کہ جو آدمی گناہ کرنے کے بعد توبہ نہیں کرے گا اور اسی طرح غفلت میں زندگی گزارے گا تو یہ بندہ پہلے جہنّم میں جائے گا، وہاں جب اسے سزا مل جائے گی تب وہ جنت میں جائے گا۔ وہ بڑے میاں اپنی بات پر مصر رہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ جب انہوں نے ان کو سمجھایا کہ اللہ کے نبی علیہ السّلام نے یہ بتایا ہے تو پھر وہ بڑے میاں کہنے لگے،

”پیر صاحب! ہک گل دسو، میرے گھر جوں کوئی پراہنا آوے، تے میں اوہنوں پنج ست لتر ماراں، مڑ آکھاں بھج آ ٹکڑ کھالے، او کھالیسی“

(پیر صاحب! آپ مجھے ایک بات بتائیں کہ میرے گھر میں کوئی مہمان آئے اور میں اس مہمان کو پانچ سات جوتے لگا دوں اور پھر اسے کہوں کہ جناب! آئیے مرغا کھا لیجئے، کیا وہ کھا لے گا؟)

پھر وہ بڑے میاں کہنے لگے، پیر صاحب! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے جس کو بخشنا ہوگا اس کو ویسے ہی بخش دیں گے۔

ہر دعا قبول ہوتی ہے:

آج کی رات دعا مانگنے کی رات ہے۔ اجتماعی دعا بھی مانگیں اور پھر اپنے گھروں اور مسجدوں میں انفرادی دعا بھی مانگیں۔ اتنا مانگیں جتنا ہمارا جسم ساتھ دے سکتا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ

مَنْ لَمْ يَسْأَلَ اللّٰهُ يَغْضَبْ عَلَيْهِ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

دعا مانگتے ہوئے یہ ذہن میں رکھیں کہ بندے کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ البتہ دعا کی قبولیت کی تین مختلف صورتیں ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اللہ رب العزت سے جو مانگتا اللہ تعالیٰ اسے عطا فرما دیتے ہیں، جس کو ہم دعا قبول ہونا کہتے ہیں کبھی اللہ تعالیٰ اس دعا کے بدلے آنے والی کوئی مصیبت یا پریشانی دور کر دیتے ہیں۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو وہ دعا اس کے نامہء اعمال کے اندر ذخیرہ بنا دی جاتی ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس بندے کو بلائیں گے اور فرمائیں گے کہ اے میرے بندے! تیرے نامہء اعمال میں دعائیں موجود ہیں، ہم نے تیرے فائدے کی وجہ سے دنیا میں ان کو پورا نہیں کیا تھا آج ہم آپ کو ان کا بدلہ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنی شان کے مطابق اتنا اجر دیں گے کہ وہ بندہ یوں کہے گا، اے اللہ! کاش، دنیا میں میری کوئی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی اور میری ہر دعا کا بدلہ آج

آپ اپنی شان کے مطابق مجھے عطا فرماتے ......ان تینوں صورتوں میں سے کسی نہ کسی صورت میں ضرور دعا قبول ہوتی ہے۔اس کی وجہ یہ کہ جیسے کوئی بڑا امیر بندہ ہو، وہ کسی فقیر سے یہ نہیں سننا چاہتا کہ میں نے دس روپے مانگے تھے اور آپ نے نہیں دیئے۔ بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی بندے سے یہ سننا گوارا نہیں کرتے کہ اے اللہ! میں نے مانگا تھا اور آپ نے عطا نہیں کیا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے کہ کوئی اس کریم پروردگار اور سخی سے مانگے اور پھر قیامت کے دن یہ بات کہے کہ اے اللہ! میں نے مانگا تھا اور آپ نے دیا نہیں۔ قطعاً ایسا نہیں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً دیتے ہیں۔ البتہ جب بندہ خود کہنا شروع کر دیتا ہے کہ وہ ہماری سنتا نہیں اور ہماری دعائیں تو قبول نہیں ہوتیں تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو پھٹے پرانے کپڑے کی طرح اس کے منہ پر مار دیتے ہیں۔

دو خاص نعمتیں:

سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس بندے کو دو نعمتیں مل جائیں وہ اللہ رب العزت کا شکر ادا کرے۔

(۱)......ایک تو یہ کہ اس کو حاکم کے دروازے پر جانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

(۲)......اور دوسرا یہ کہ اس کو طبیب کا دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

واقعی یہ دونوں نعمتیں اللہ رب العزت کی طرف سے خصوصی ہوتی ہیں۔

تین تجربہ شدہ باتیں:

تین باتیں بڑی تجربہ شدہ ہیں۔ان کو آپ اپنا لیجئے۔

(۱)......پہلی بات یہ ہے کہ جو بندہ بہت ہی پریشان حال ہو اور اس کی پریشانیاں ختم نہ ہوتی ہوں تو حدیث پاک میں آیا ہے کہ وہ استغفار کی کثرت کرے۔ استغفار کی کثرت سے اللہ تعالیٰ اس کے دل کا غم اس سے دور فرما دیتے ہیں۔لہٰذا استغفر اللہ کی کثرت رکھیں۔ جو آدمی کسی بھی وجہ سے پریشان ہو، وہ

لتے پھرتے کثرت کے ساتھ زبان سے اس کا ورد کرسکتا ہے۔اگر صبح وشام دوسو مرتبہ تسبیح کرنا چاہے تو وہ بھی کرسکتا ہے۔

(۲)......دوسری بات یہ ہے کہ جس کے اوپر فقر اور تنگدستی مسلّط ہے، بڑی کوشش کے باوجود اس کا کاروبار نہیں چلتا اور کوئی اور صورت بھی نظر نہیں آتی تو وہ پڑھے،

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه

یہ ایک ایسا عمل ہے کہ اس کی کثرت سے اللہ تعالیٰ بندے کے لیے رزق کے دروازے کو کھول دیتے ہیں۔

(۳)......تیسری بات یہ ہے کہ اگر بندے کو اللہ تعالیٰ نے بہت نعمتیں دی ہوئی ہوں اور وہ چاہے کہ مجھ سے یہ نعمتیں واپس نہ لی جائیں تو اس کو چاہیے کہ وہ کثرت کے ساتھ الحمدللہ کہے، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کو سلامت رکھیں گے۔اللہ نے اولاد دی......گھر دیا......نیک بیوی دی......رزق دیا......عزت دی......اب جو بندہ چاہتا ہے کہ مجھ پر یہ سب نعمتیں سلامت رہیں تو اس کو چاہیے کہ وہ کثرت کے ساتھ الحمدللہ کہے، اللہ تعالیٰ اس کی ان نعمتوں میں اور اضافہ فرمادیں گے۔

رزق بڑھانے کے لیے چند اعمال:

رزق بڑھانے کیلئے چند اعمال ہمارے مشائخ کے تجربہ شدہ ہیں۔

(۱)......ان میں سے ایک تو ''ہمیشہ باوضو رہنا ہے''۔کئی بزرگوں نے اپنی کتابوں میں یہ بات لکھی کہ جب ہم نے ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں رزق کی پریشانیوں سے محفوظ فرمادیا۔لہٰذا ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔اگر کہیں پانی نہ مل سکے تو تیمّم ہی کر لینا چاہیے۔

یعنی کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔ یا تو وضو کے ساتھ ہو یا تیمّم کے ساتھ ہو۔

(۲)...... دوسری بات ''نظر کی حفاظت کرنا'' ہے۔ بدنظری سے انسان کے حلال رزق کو کم کر دیا جاتا ہے۔

(۳)...... تیسری بات ''اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا'' ہے۔ اسی کو ہمارے مشائخ وقوف قلبی کہتے ہیں۔

(۴)...... حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وظیفہ ہمارے مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا تھا۔ حضرتؒ نے وہی وظیفہ اس عاجز کو بھی بتایا تھا۔ چونکہ آج رزق کے بارے میں دعائیں مانگیں گے اور کئی دوستوں نے فون کر کے اس کے لیے دعاؤں کے لیے بھی کہا ہوا ہے۔ اس لیے اندازہ ہوتا ہے کہ آج کل اکثر پریشانیاں رزق سے متعلّق ہی ہیں۔ لہٰذا وہ وظیفہ آپ سب بھی سن لیجئے۔ اس کی ان سب مردوں اور عورتوں کو اجازت ہے جن تک میری آواز جا رہی ہے۔ وہ وظیفہ بڑا آسان ہے۔

''ہر فرض نماز کے بعد اول آخر ایک مرتبہ درود شریف اور درمیان میں سات مرتبہ سورت لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ پڑھنا۔''

یہ رزق کی پریشانیاں دور ہونے کیلئے ایک پکا اور تجربہ شدہ عمل ہے۔ اس عاجز نے اپنی زندگی میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں بندوں کو یہ عمل بتایا اور اللہ رب العزت نے ان سب کی پریشانیوں کو دور فرمایا۔ ایک ایسا بندہ جو کہتا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں ہزار روپیہ کبھی نہیں گنا تھا اس کو اس عاجز نے یہ عمل بتایا اور اس نے یہ عمل کرنا شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ نے رزق میں ایسی برکت دی کہ وہ آج کروڑوں پتی بندہ بن کر زندگی گزار رہا ہے۔ وہ اپنی زبان سے بتاتا ہے کہ اس عمل کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے کاروبار میں برکت عطا فرما دی۔ خاص طور پر جب اس سورت کی یہ آیت پڑھیں،

الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّ اٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ

اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ پڑھتے وقت رزق میں برکت کا تصور کریں اور اٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡف پڑھتے ہوئے ہر قسم کے غم سے چھٹکارا پانے کا تصور کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی رزق کی پریشانی بھی دور فرمادیں گے اور آپ کو ہر قسم کے غموں سے بھی چھٹکارا عطا فرمادیں گے۔

(۵)......حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص صبح کے وقت ستر مرتبہ پابندی سے یہ آیت پڑھا کرے گا وہ رزق کی تنگی سے محفوظ رہے گا۔

اَللّٰهُ لَطِیۡفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ الۡقَوِیُّ الۡعَزِیۡزُ

طلباء کے لیے دو تحفے:

طلباء کیلئے بھی دو باتیں عرض کرتا چلوں۔ وہ انہیں اپنے لیے اس عاجز کی طرف سے تحفہ سمجھیں۔

(ا)...... اس عاجز نے بعض بزرگوں کا معمول پڑھا اور پھر اس کو آزما کر دیکھا کہ جس آدمی کو علم کے بارے میں شرح صدر نہ ہو رہا ہو، یعنی وہ پڑھتا ہو اور بھول جاتا ہو، اس کیلئے یاد رکھنا مشکل ہوتا ہو اور اس کی علم کے ساتھ مناسبت پیدا نہ ہو رہی ہو اور وہ اس عمل کو کر لے تو ان شاء اللہ اسے شرح صدر نصیب ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پوری رات یہ آیت پڑھتے گزار دی...... قُلْ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ......وہ اس آیت کو پوری رات دوہراتے رہے۔ اسی مناسبت سے وہ عمل یہ ہے کہ جب طالب علم رات کو تہجّد پڑھے اور اسے اس آیت سے آگے پیچھے کی اتنی آیات یاد ہوں جن سے نماز کے اندر مسنون قرأت ہو سکے، پڑھ لے اور ہر رکعت میں اس آیت کو اپنے ذوق کے مطابق جتنی مرتبہ

پڑھنا چاہے پڑھے۔اس میں تعداد کا تعین نہیں ہے۔اگر وہ اس طرح تہجّد میں اس آیت کا چند دنوں تک بار بار ورد کرے گا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے شرح صدر عطا فرما دیں گے اور اس کا سینہ علم کے لیے کھل جائے گا۔

(۲)......ایک دوسرا عمل بھی ہے کسی بزرگ نے اس عاجز کو اس کی اجازت دی تھی اور آج آپ لوگوں کو اس کی اجازت دے دیتے ہیں ، فائدہ اٹھائیں۔اکثر طلبا اور طالبات کو حافظے کی کمزوری کی وجہ سے اسباق میں مشکل پیش آتی ہے۔وہ خود یا ان کے ماں باپ روزانہ ہر نماز کے بعد سورۃ الم نشرح پڑھ کر ان کے سینے پر پھونک مار دیا کریں۔اول آخر ایک ایک مرتبہ درود شریف بھی پڑھیں۔اگر بچے سمجھدار اور بڑے ہوں تو جب بھی پڑھنے بیٹھیں، پیپر دینے بیٹھیں، لیکچر سننے بیٹھیں یا استاد کا درس سننے بیٹھیں تو یہ پوری سورت پڑھ کر اپنے سینے پر پھونک مار دیں۔جو آدمی اس کو اپنا معمول بنا لے گا اللہ تعالیٰ اس کا حافظہ قوی فرما دیں گے۔اس عاجز نے اس عمل کو ہزاروں دوستوں پر آزمایا ہے۔

ایک سٹوڈنٹ نے بتایا کہ وہ ایک سال میٹرک میں فیل ہو گیا۔پھر اس نے یہ عمل کسی محفل میں اس عاجز سے سنا اور اس نے باقاعدگی کے ساتھ اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔اگلے سال وہ پورے سکول میں فرسٹ آیا۔اسی طرح کسی محفل میں اس عاجز نے یہ عمل بتایا۔کافی عرصے کے بعد ایک طالبہ نے خط لکھ کر اپنے حالات بتائے اس نے لکھا کہ میں تو بڑی مشکل سے پاس ہوتی تھی، میرے دل کی تمنا تھی کہ میں لیڈی ڈاکٹر بنوں۔آپ سے میں نے یہ عمل کسی محفل میں سنا اور وہ عمل کرنا شروع کر دیا۔کبھی بھی ناغہ نہیں ہوا۔اب الحمدللہ میں نے امتحان دیا اور اب میں میڈیکل کالج میں پہنچ چکی ہوں۔

کامیاب ازدواجی زندگی کے لیے لاجواب نسخہ:

ایک عمل ازدواجی زندگی کی کامیابی کے لیے بھی سن لیں۔وہ عمل یہ ہے کہ قران پاک کی یہ آیت یاد کر لیں

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَجَعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

(اے ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا)

اور ہر نماز میں خواہ وہ فرض ہوں، سنت ہوں، واجب ہوں یا نفل ہوں، کوئی بھی نماز ہو، جب آخری التحیات پڑھیں تو یوم یقوم الحساب پڑھنے کے بعد اس قرآنی دعا کو پڑھیں اور اس کے بعد سلام پھیر دیں۔

یہ عمل ایک صاحب نسبت بزرگ نے دیا تھا۔ آپ حیران ہوں گے کہ اس وقت یہ عاجز ابھی دسویں جماعت میں پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے اس وقت فرمایا کہ میری طرف سے اجازت ہے، پڑھنا شروع کر دو، جب تمہاری شادی ہوگی تو ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابی دیں گے۔ اس وقت سے یہ عاجز اس دعا کو پڑھ رہا ہے۔ الحمدللہ، اللہ رب العزت نے اس عاجز کو پرسکون ازدواجی زندگی عطا کر رکھی ہے۔ اس عاجز کی جو بیوی ہے وہ میرے شیخ کی بیٹی ہے۔ جب رشتہ طے ہوا تو کبھی کبھی خیال آتا تھا کہ میاں بیوی کا اپنا ایک تعلّق ہوتا ہے اور اس نسبت کا اپنا ایک ادب ہوتا ہے، اس طرح تو مجھے دوگنا احترام کرنا پڑے گا۔ اس لیے کبھی خیال آتا کہ معلوم نہیں کہ میں کیسے نبھا پاؤں گا۔ الحمدللہ، اللہ رب العزت نے میرے لیے یہ مشکل آسان کر دی۔

شادی کے اگلے دن ہی فجر کی نماز کے بعد ناشتے کیلئے گھر پہنچا تو اہلیہ نے کہا کہ ناشتہ بعد میں کریں گے پہلے مجھے بیعت فرما لیں۔ اب الحمدللہ وہ میری بیوی بھی ہے اور میری مریدنی بھی ہے۔ جب بیوی مریدنی ہو تو پھر کتنا مزہ آتا ہے۔ یہ عاجز سمجھتا ہے کہ یہ اس عمل کی برکت ہے۔

آپ اس آیت کو یاد کر لیجئے اور اپنا ہر روز کا معمول بنا لیجئے ۔ اس عاجز کی طرف سے آپ سب کو اس کی اجازت ہے ۔ یہ سب اعمال آپ خود کر سکتے ہیں لیکن آگے بتانے کیلئے صاحب نسبت ہونا ضروری ہے ۔ ہر بندہ آگے اجازت نہیں دے سکتا کیونکہ پھر برکت نہیں ہوتی ۔ البتہ اگر آپ میں سے کوئی صاحب نسبت حضرات موجود ہیں تو وہ اس عمل کی آگے بھی اجازت دے دیں تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرما دیں گے ۔

آئندہ کیلئے حفاظت بھی مانگیے :

آج کی رات میں صلوٰۃ التسبیح پڑھنا بہت بڑی عبادت ہے ۔ عورتیں بھی پڑھتی ہیں اور مرد بھی پڑھتے ہیں تاہم صلوٰۃ التوبہ ضرور پڑھیے ۔ توبہ کی نیت سے دو رکعت نفل پڑھیں تاکہ اب تک زندگی میں جتنے بھی گناہ ہوئے اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دیں ۔ اس کے بعد دعا مانگیں ، اے اللہ ! میرے تمام گناہوں کو معاف فرما دے اور آئندہ مجھے عصمت عطا فرما دے ۔ عصمت کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جانا ۔ گناہوں سے معافی مانگنا آدھا عمل ہے اور بقیہ آدھا عمل اس کی حفاظت طلب کرنا ہے ۔ کئی مرتبہ ہم یہ غلطی کر جاتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی تو مانگ لیتے ہیں لیکن آئندہ کیلئے حفاظت نہیں مانگتے ، پھر کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے ۔ اس لیے یہ دونوں نعمتیں مانگیں ۔ ایک طرف پچھلے گناہوں کی معافی مانگیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ سے آئندہ کی حفاظت بھی مانگیں کہ اے میرے پروردگار ! آئندہ میری حفاظت فرما ۔ بھئی ہمارے لیے گناہوں سے بچنا مشکل ہے لیکن ہمارے پروردگار کیلئے بچا دینا تو آسان ہے ۔ جب ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں بچا دیں گے ۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو عذاب کیلئے نہیں پیدا کیا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ثواب کیلئے پیدا کیا ہے عذاب کیلئے نہیں پیدا کیا۔اسی لیے ارشاد فرمایا،

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ اگر تم خدا کے شکر گزار رہو اور ایمان لے آؤ تو خدا کو تمہیں عذاب دے کر کیا ملے گا۔

ہمارے حضرت مرشد عالمؒ اس آیت کا ترجمہ یوں فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم ایمان لاؤ گے اور شکر ادا کرو گے تو تمہیں عذاب دے کر اللہ کے ہاتھ کیا آئے گا۔یعنی اگر تم ایمان لاؤ اور اس کا شکر ادا کرو تو اللہ تمہیں کیوں عذاب دے گا۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عذاب نہیں دینا چاہتے، ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے اپنے اوپر خود عذاب کو دعوت دیتے ہیں۔

تمام اسماء الحسنیٰ رحمت الٰہی کے ترجمان ہیں:

حضرت مفتی تقی عثمانی رحمۃ اللہ علیہ دامت برکاتہم نے اپنے خطبات میں ایک عجیب نکتہ لکھا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے ننانوے اسماء الحسنیٰ میں سے کوئی ایک نام بھی عذاب دینے پر صریحاً دلالت نہیں کرتا۔حلانکہ آدمی سمجھتا ہے کہ اللہ کے کچھ نام عذاب اور سزا دینے پر دلالت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا ایک نام جبار ہے، جابر کے معنی میں جبر کرنا، جبر کسی پر زبردستی کرنے کو کہتے ہیں۔اس سے بظاہر یوں لگتا ہے کہ جبار بڑی ہی مشکل میں ڈال دینے والے کو کہتے ہیں۔اسی طرح قہار قہر کرنے والے کو کہتے ہیں۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ جبار اور قہار کے الفاظ عذاب اور سزا پر دلالت کررہے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔اردو میں ایک لفظ کا مطلب اور ہوتا ہے اور اسی لفظ کا عربی میں مطلب اور ہوتا ہے مثال کے طور پر......

☆ ...... ’’ذلیل‘‘ کا لفظ اردو میں بہت ہی نچلے درجے کے بندے کیلئے استعمال ہوتا ہے اور عربی میں کمزور کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کیلئے یہ لفظ استعمال کیا۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ البتہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن تمہاری مدد کی حالانکہ تم کمزور تھے۔

اردو زبان میں اگر کسی کو ذلیل کہہ دیا جائے تو وہ اس کو بہت بڑی گالی سمجھتا ہے۔

☆ ...... اسی طرح ’’دلّا‘‘ کا لفظ اردو زبان میں بڑی گالی کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور عربی زبان میں یہ برا نہیں سمجھا جاتا۔ چنانچہ حج وعمرہ پر جانے والے جانتے ہیں کہ وہاں ایک ایسی کمپنی ہے جس کا نام دَلّا کمپنی ہے۔ کئی آدمی آکر پوچھتے ہیں حضرت! یہ اپنے آپ کو دلّا کیوں کہتے ہیں ہم کہتے ہیں؟ کہ یہ اردو کے دلّے نہیں ہیں بلکہ عربی کے دلّے ہیں۔

☆ ...... اردو میں ایک لفظ بندر ہے۔ یہ ایک جانور کیلئے بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ ایک عربی شہزادے کا نام بندر بن سلطان ہے۔ ہمیں بہت عرصے تک یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ یہ اپنے باپ کے لیے اتنا بوجھ کیوں بنا جس کی وجہ سے اس نے اس کا نام ہی بندر رکھ دیا۔ مگر پھر دل میں خیال آتا تھا کہ کوئی بیٹا اپنے باپ پر بوجھ تو نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ عربی زبان میں بندر پھول کو کہتے ہیں۔ اس کے باپ نے اس کا نام عربی زبان میں پھول رکھا اور ہم اسے چار ٹانگوں والا بندر سمجھ رہے تھے۔

اسی طرح لگتا ہے کہ جابر بہت ہی سختی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ لیکن عربی زبان میں ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے والے کو جابر کہتے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے......

یَا جَابِرَ الْعَظْمَ الْکَسِیْرِ اے ٹوٹی ہڈی کو جوڑنے والے۔

تو جبار اور جابر ٹوٹے رشتوں کو جوڑنے والے کو کہتے ہیں ......سبحان اللہ...... یہ نام تو عذاب پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح ''قہار'' قہر سے ہے اور قاہر اونچے اور بلند کو کہتے ہیں۔ پہاڑ کی چوٹی کو قاہرہ کہتے ہیں۔ جیسے مصر کے ایک شہر کا نام قاہرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قہار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ بلند اور سب پر غالب آنے والا ہے۔ ہم بظاہر یہ سمجھتے ہیں کہ جبار اور قہار عذاب دینے والے کے نام ہیں حالانکہ ان سے عذاب پر دلالت نہیں ہوتی بلکہ یہ نام بھی رحمت الٰہی اور عظمت الٰہی کے ترجمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تمام ناموں پر غور کریں تو وہ تین طرح دلالت کرتے ہیں۔

......یا تو وہ اللہ کی رحمت پر دلالت کرتے ہیں۔

......یا وہ اللہ کی ربوبیت پر دلالت کرتے ہیں۔

......یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔ سبحان اللہ

لفظ اللہ کا اپنا ترجمہ کیا ہے؟......حضرت مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر لفظ اللہ کا اردو ترجمہ کیا جائے تو وہ ''منموہن'' بنے گا۔ من موہ لینے والا یعنی دل جیت لینے والا......سبحان اللہ......اس کی ذات کا تو نام ہی ایسا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ذریعے اس کے سامنے دعائیں مانگنی چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ کے دو نام رحمان اور رحیم ہیں۔ یہ دونوں نام صراحتاً اللہ تعالیٰ کی رحمت پر دلالت کرتے ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ رحمان کا لفظ اس کیلئے استعمال ہوتا ہے جو اپنے پرائے سب پر رحمت کرنے والا ہو

اور رحیم کا لفظ اس کیلئے استعمال ہوتا ہے جو خاص اپنوں پر خصوصی رحمت کرنے والا ہو۔ جیسے ہر عورت کو دنیا کے تمام بچوں سے پیار ہوتا ہے مگر عمومی، اور اپنے بیٹے سے بھی پیار ہوتا ہے مگر خصوصی۔ رحمان اور رحیم کا معاملہ ایسا ہی ہے۔ بعض نے کہا کہ رحمان وہ ہے جو دنیا میں سب کو رزق دے، خواہ کوئی کافر ہو یا کوئی مسلمان ہو، اور رحیم وہ ہے جو آخرت میں فقط ایمان والوں کو اپنی نعمتیں عطا فرمائے گا۔

ان ناموں کا ایک اور ترجمہ بھی کیا گیا ہے اور وہ واقعی عاشقانہ ترجمہ ہے۔ وہ ترجمہ یوں کیا گیا۔ رحمان کا معنی ہے ''بن مانگے دینے والا'' اور رحیم کا معنی ہے ''جو نہ مانگے اس سے ناراض ہونے والا''۔ اب بتائیں کہ اللہ تعالیٰ بندے کو بن مانگے دیتا ہے یا نہیں۔ دہریے تو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتے لیکن وہ پھر بھی ان کو رزق بھی دیتا ہے، صحت بھی دیتا ہے، بیوی بھی دیتا ہے، اولاد بھی دیتا ہے، گھر بھی دیتا ہے، اور طرح طرح کی نعمتیں دیتا ہے۔ تو رحمان اسے کہتے ہیں ''جو بن مانگے دینے والا ہو'' اور رحیم اسے کہتے ہیں ''جو نہ مانگنے والے سے روٹھ جانے والا ہو''۔ تو جب پروردگار چاہتے ہیں کہ میرے بندے مجھ سے مانگیں تو ہم مانگنے میں کمی نہ کریں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے عرش پر لکھوا دیا۔

سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ عَلٰى غَضَبِيْ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

یہ اللہ تعالیٰ نے کیوں لکھوایا؟...... اس لئے کہ وہ رحمت کا معاملہ کرنے والے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھیں کہ جب ایک باپ نے بچوں کو پیسے دینے ہی نہ ہوں تو کیا وہ آکر دکھائے گا کہ میری جیب میں اتنے پیسے ہیں۔ وہ جب گھر جائے گا تو پتا ہی نہیں چلنے دے گا کہ میرے پاس پیسے ہیں یا نہیں۔ اور جب وہ آکر بچوں کے سامنے پیسے کھولتا ہے اور بتا دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دینا چاہتا ہے۔ اسی طرح جب پروردگار نے اپنے کلام میں ارشاد فرما دیا۔

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (میرے بندوں کو بتا دو کہ میں مغفرت کرنے والا ہوں رحمت کرنے والا ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے دعا مانگو، میں تمہارے گناہوں کو معاف کردوں گا اور اپنی رحمت سے تمہاری توقعات سے بڑھ کر عطا کردوں گا۔

بخشش کا پروانہ:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک بندہ بڑا گنہگار تھا۔ اس کا نامۂ اعمال گناہوں سے سیاہ ہو چکا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے نیند کے دوران کروٹ بدلی اور اس کی زبان سے ''یارب'' کا لفظ نکلا۔ اس کے بعد اس کو پھر نیند آگئی۔ اس کے نامۂ اعمال میں صرف ''یارب'' کا لفظ لکھا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا، اے میرے فرشتو! تم نے اس کے نامۂ اعمال میں یارب کیوں لکھا ہے۔ فرشتوں نے کہا، اے اللہ! اس نے صرف یہی لفظ پکارا تھا اور پھر سو گیا تھا، اس لیے ہم نے صرف یہی لکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے فرشتو! میں علام الغیوب ہوں، مجھے پتہ تھا کہ یہ مجھ سے کیا مانگتا تھا۔ اصل میں اس نے یارب اس لیے کہا تھا کہ یہ مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا چاہتا تھا۔ اس وقت اس پر نیند غالب آگئی جس کی وجہ سے یہ سو گیا تھا، میں نے اس کے دل کے اس ارادے پر اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا...... سبحان اللہ...... جو بندہ سونے کے دوران کروٹ بدلتے ہوئے یارب کہہ دے، اگر اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیتے ہیں تو جو جیتے جاگتے ہوش وحواس میں اللہ سے دعائیں مانگے گا اللہ تعالیٰ پھر اس کی دعائیں کیوں نہیں قبول فرمائے گا۔

دو گنہگاروں کی بخشش:

ایک واقعہ قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے...... پہلے تو میں اس واقعہ کو نقل کرنے سے گھبراتا تھا لیکن جب ان کے بیانات میں پڑھا تو اس کے بعد سنانے کی ہمت ہوگئی۔ ویسے میں نے بعد میں یہی واقعہ فوائد الفواد میں بھی پڑھا...... اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دو بندوں کا حساب کتاب لیں گے۔ ان کے نامۂ اعمال میں نیکیاں نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جہنّم میں جانے کا حکم فرما دیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ ان کو کہیں گے کہ جاؤ جہنّم میں، تو ان میں سے ایک تو جہنّم کی طرف بھاگ پڑے گا اور دوسرا آہستہ آہستہ چلے گا اور پیچھے مڑ مڑ کے دیکھے گا، پھر چلے گا اور پھر مڑ کے دیکھے گا۔ کچھ دیر کے بعد اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بلائیں گے...... اللہ تعالیٰ بھاگنے والے سے فرمائیں گے کہ ہم نے تمہیں کہا، جاؤ جہنّم میں، اور تم بھاگ ہی پڑے۔ وہ کہے گا، اے اللہ! میں دنیا میں تو آپ کے حکم ماننے میں کوتاہی کر جاتا تھا، اب آپ نے جہنّم میں جانے کا حکم دیا تو میں نے سوچا کہ اس حکم کو تو پورا کر ہی لوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اگر تو سمجھتا ہے کہ میرا حکم اتنا معزز ہے کہ اس پر عمل ہونا چاہیے تو پھر اس کی وجہ سے میں نے تیرے گناہوں کی مغفرت کر دی لہٰذا اب تو جنت میں چلا جا...... پھر اللہ تعالیٰ دوسرے آدمی سے فرمائیں گے کہ تم آہستہ آہستہ بھی جا رہے تھے اور پیچھے مڑ مڑ کر بھی دیکھ رہے تھے، اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ کہے گا، یا اللہ! زندگی بھر تیری رحمت میرے ساتھ رہی اور کبھی بھی آپ کی رحمتوں نے مجھے مایوس نہیں ہونے دیا، اگر آج آپ نے حکم دے دیا کہ جاؤ جہنّم میں مگر میں قدم آگے اٹھاتا تھا اور پھر پیچھے مڑ کر دیکھتا تھا کہ شاید تیری رحمت جوش میں آ جائے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا، اگر تجھے میری رحمت پر اتنا بھروسہ ہے تو میں نے تیرے لیے بھی اپنی جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں، تو بھی اس میں داخل ہو جا۔

ہر پریشانی اللہ کے حضور پیش کر دیں:

آج کی رات میں آپ اپنی آخرت کے بارے میں بھی دعائیں مانگیں اور دنیاوی زندگی کے بارے میں بھی دعائیں مانگیں تاکہ دنیا اور آخرت دونوں جگہوں پر عزتیں نصیب ہوں اور اللہ رب العزت ہمیں نیکیوں بھری زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو مانگنا چاہتے ہیں آج سے مانگنا شروع کر دیں۔ تاکہ آئندہ سال یہ پریشانیاں جان چھوڑ دیں۔ کوئی کاروبار نہ چلنے کی وجہ سے پریشان ہوتا ہے، کوئی اس لئے پریشان ہوتا ہے کہ فلاں جگہ شادی کا پیغام بھیجا ہے مگر کام بنتا نظر نہیں آتا۔ کوئی اس لئے پریشان ہوتا ہے کہ شادی ہوئے تین سال ہو گئے ہیں مگر ابھی تک اولاد نہیں ہوئی، کوئی کہتا ہے کہ گھر میں جوان بیٹیاں موجود ہیں اور ان کیلئے رشتے ہی نہیں آتے، اس لیے پریشان ہیں۔ میرے دوستو! کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم یہ پریشانیاں لوگوں کو بتانے کی بجائے اپنے پروردگار کو بتائیں۔ لہٰذا آج ہم سب اپنے پروردگار سے دل کھول کے دعائیں مانگیں......ایک آدمی نے دعا مانگتے ہوئے کہا' اے اللہ! مجھے دس ارب روپیہ دیدے۔ ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی نے سن کر کہا، ارے اتنے ......!!! اس نے کہا، جناب! آپ سے نہیں مانگے، اپنے رب سے مانگے ہیں۔ ہم نے بندوں سے نہیں بلکہ بندوں کے پروردگار سے مانگنا ہے اور جب اس سے مانگیں گے تو ان شاء اللہ رب کریم مہربانی فرما دیں گے۔ یاد رکھیں کہ جب لوگ مل کر اللہ رب العزت کے حضور فریاد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو رد نہیں کیا کرتے۔ ان میں سے اگر ایک بندے کی دعا بھی قبول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے باقی سب کی دعاؤں کو قبول فرما لیا کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت چاہتے ہیں کہ میرے بندے مجھ سے مانگیں اور میری نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں۔

پندرہ شعبان سے ستائیس رمضان تک:

کتابوں میں لکھا ہے کہ پندرہ شعبان سے بجٹ بننا شروع ہو جاتا ہے، حتی کہ ستائیس رمضان المبارک کی شب یعنی لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ اس بجٹ کی منظوری دے کر عملدرآمد کیلئے فرشتوں کے حوالے فرما دیتے ہیں۔ اس بجٹ میں سب کچھ لکھا جاتا ہے......کتنا رزق ملے گا......صحت ملے گی یا بیماری......خوشی ملے گی یا غمی...... یہ اگلے شعبان (شب برأت) تک زندہ رہے گا یا اس سے پہلے دنیا سے چلا جائے گا......بعض دوست سمجھتے ہیں کہ صرف آج کی رات بجٹ کی رات ہے۔نہیں، بلکہ آج کی رات اس بجٹ کے تیار ہونے کی ابتدائی رات ہے۔اور شب قدر اس کی انتہا ہے۔ جب آج سے ہی بجٹ بننا شروع ہو جائے گا تو ہمیں چاہیے کہ ہم آج سے ہی مانگنا شروع کر دیں تا کہ شروع سے ہی بات سیدھی ہو جائے۔ہمیں چاہیے کہ لیلۃ القدر تک کا درمیانی عرصہ ہم خوب ذکر و عبادت میں گزاریں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا سورج:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بات لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جیسے فرض کریں کہ سورج سات بجے طلوع ہوتا ہے مگر پانچ بجے سے اندھیرا ختم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر ہر لمحہ روشنی بڑھتی رہتی ہے حتی کہ پونے سات بجے اتنی روشنی ہو جاتی ہے جیسے سورج طلوع ہو چکا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ طلوع آفتاب سے پانچ منٹ پہلے بندہ کنفیوز ہو جاتا ہے کہ پتہ نہیں سورج طلوع ہو چکا ہے یا نہیں، کیونکہ اس وقت فرق کا پتہ نہیں چلتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ پندرہ شعبان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے سورج کی صبح صادق کا وقت ہے اور اس کے بعد یہ نورانیت بڑھتی رہتی ہے حتی کہ شعبان کے آخری دن میں ایسے ہی برکتیں نازل ہوتی ہیں جیسے رمضان المبارک کی برکتیں ہوتی ہیں۔ پھر رمضان المبارک میں اللہ کی رحمتوں کا سورج طلوع ہو جاتا ہے۔ یہ برکتیں آج سے ہی نازل ہونا شروع ہو جائیں گی اور یہ رمضان

المبارک کے اختتام تک اسی طرح نازل ہوتی رہیں گی۔اللہ رب العزت ہمیں ان برکتوں اور رحمتوں سے وافر حصہ عطا فرما دے۔

ایک عجیب واقعہ:

کتابوں میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ قارون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ میں زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتا۔ اس نے سوچا کہ زکوٰۃ سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی پبلک انسلٹ کر دی جائے۔ یعنی کوئی تہمت لگا دی جائے۔حاسدین اسی طرح کرتے ہیں کہ جب ان سے اور کچھ نہیں بن پاتا تو وہ کسی نہ کسی بات کا بتنگڑ بنا کر تہمت لگا دیتے ہیں...... چنانچہ اس نے ایک غریب عورت کو اس کیلئے تیار کیا کہ تو مجمع میں کھڑے ہو کر اتنا کہہ دینا کہ حضرت موسیٰؑ نے مجھے برائی کی دعوت دی تھی،اس کے بدلے ہم تمہیں بھاری انعام دیں گے۔اس نے باتوں میں آ کر کہا،بہت اچھا۔چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے ایک موقع پر بنی اسرائیل کو خطاب فرمایا تو بعد میں وہ عورت یہی بات کہنے کیلئے اٹھی،لیکن جب اس نے حضرت موسیٰؑ کے چہرے کی نورانیت دیکھی تو اس کے دل پر ہیبت طاری ہوگئی اور وہ کچھ بھی نہ بول سکی حضرت موسیٰؑ نے پوچھا،کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟اس نے بات ہی کھول دی۔وہ کہنے لگی کہ قارون نے مجھے کہا تھا کہ میں تمہیں پیسے دوں گا تم یہ بات کہہ دینا،لیکن جب میں نے آپ کے چہرے کی نورانیت کو دیکھا تو میں ڈر گئی۔

جب حضرت موسیٰؑ نے سنا کہ یہ میرے کردار پر ایسا الزام لگانا چاہتا تھا تو ان کو بڑا جلال آیا،چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے،اے اللہ!یہ شخص مجھ پر ایسا الزام لگانا چاہتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا،اے میرے پیارے موسیٰؑ !ہم تھوڑی دیر کے لئے زمین کو آپ کے حکم کے تابع بنا دیتے ہیں، آپ اسے جو حکم دیں گے یہ وہی کرے گی۔چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے زمین کو حکم دیا کہ ''اے زمین

! قارون کو نگل جا۔'' زمین نے قارون کو تیسرا حصہ اپنے اندر دھنسا لیا، جب وہ دھنسنے لگا تو وہ حضرت موسیٰؑ کے سامنے عاجزی اور زاری کرنے لگا۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر کہا، اے زمین! اسے نگل جا۔ زمین نے اس کو دو تہائی اپنے اندر دھنسا لیا۔ وہ پھر آہ و زاری کرنے لگا کہ آپ مجھے معاف کر دیں۔ لیکن حضرت موسیٰؑ جلال میں تھے۔ لہٰذا انہوں نے تیسری مرتبہ بھی کہہ دیا۔ چنانچہ زمین نے اس کو نگل لیا۔ جب زمین نے اس کو نگل لیا تو اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ اے میرے پیارے موسیٰ! ہم نے زمین کو تھوڑی دیر کیلئے آپ کے حوالے کیا تو آپ نے اسے قارون کو نگل جانے کا حکم دیا، حالانکہ قارون آپ کے سامنے معافی کی فریاد کرتا رہا مگر آپ زمین کو اس کے نگل جانے کا حکم دیتے رہے، اے میرے پیارے نبی! اگر اس دوران وہ مجھ سے معافی مانگ لیتا تو میں پروردگار اس کی معافی کو پھر بھی قبول فرما لیتا...... سبحان اللہ...... ہمارا پروردگار تو ایسا کریم پروردگار ہے جو معافی کو قبول کر کے خوش ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے خوب معافی مانگیں اور دعائیں مانگیں کہ رب کریم آج کی رات کو ہمارے لئے ذخیرہ بنا دے، عافیت کا ذریعہ بنا دے اور اپنی بقیہ زندگی کو صحت کی سلامتی کے ساتھ، ایمان کی سلامتی کے ساتھ اور عزتوں کی سلامتی کے ساتھ دینی تعلیمات کی مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری سب حاجات کو پورا فرما دے اور تمام پریشانیوں سے نجات عطا فرما دے۔ آمین ثم آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ